٤٣٠٦

تاريخ الاذان

AHMED ALLI.
BOOK-BINDER
BHARATPUR

AHMED ALLI.
BOOK-BINDER
BHARATPUR

105

از ملک کتب شاہ محمد رضا جعفری سب رجسٹرار

شہید احمد رضا جعفری

مطبع اصلاح پرنٹنگ کمپنی کھجوہ ضلع سارن

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

۵۶۸۴

تاریخ الاذان

حصہ اوّل

الحمد للہ الملک المنان کہ اس زمانہ میمنت اقتران میں حصہ اول تاریخ الاذان
مصنفہ جناب مستطاب ظہیر الملۃ والدین مولانا السید حسین دامت برکاتہ
ابن العلامہ المؤتمن مولانا السید حسن طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ
کہ پہلے رسالہ اصلاح جلد ثالث وجلد رابع کے
ساتھ شایع ہوا تھا؛

دوبارہ طبع ہوا ۱۳۴۶ھ

حصہ دوم بھی زیر طبع ہے عنقریب شایع ہوگا

دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

اصلاح پرنٹنگ کمپنی کھجوہ ضلع سارن بکمال اہتمام

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

تاریخ الاذان

حصہ اوّل

الحمد للہ الملک المنان کہ اس زمانہ میمنت اقتران میں حصہ اول تاریخ الاذان
مصنفہ جناب مستطاب ظہیر الملۃ والدین مولانا السید حسین دامت برکاتہ
ابن العلامہ الموتمن مولانا السید حسن طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ
کہ پہلے رسالہ اصلاح جلد ثالث وجلد رابع کے
ساتھ شایع ہوا تھا؛
دوبارہ طبع ہوا؛

حصہ دوم بھی زیر طبع ہے عنقریب شایع ہوگا

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن سے طبع ہوا

الاحقر عبد جعفر السید محمد حسین ابن السید محمد حسین جعفری الزبیری عفی عنہ

دوازدہم جمادی الاول سنہ ۱۳۴۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ الطاہرین اما بعد یہ تاریخ الاذان ہے جسکے دو حصے کئے گئے ہیں پہلے حصہ میں ابتداے اذان کا بیان ہے اور اون تغیرات کا جو خلفاے ثلاثہ کی بدولت اسمین واقع ہوے

درحقیقت اذان ایک رحمت خدا ہے جو عین دوپہر کے وقت شدت تمازت آفتاب مین بندگان خدا کیلئے جو کلفتیں اور شام کو دن بھر کے تھکے ماندوں کو یاد خدا کی ترغیب دلاتی ہے کہ دن تو تمہارا تمام ہوا اب بھی تو خدا کی یاد کرو۔ صبح کے وقت بستر راحت کے سونے والونکو بھی.... آواز بیدار کرتی ہے اللہ اکبر اللہ اکبر

جسکا نام شارع مقدس نے اذان رکھا ہے۔

یہ آوازیں ہمارے بغل کی اون دونوں مسجدون سے بلند ہوتی ہیں جنہیں اہل اسلام نے اپنی قومی تفریق کے ثبوت کے لئے تعمیر کیا ہے اور اس ذریعہ سے وہ یہ دکھایا چاہتے ہیں کہ ہم دو کمیٹیاں علیحدہ ہیں اسلئے ایک مسجد کا ملتزم دوسری مسجد سے یہ کہکر نکالا جاتا ہے "سگ را با مسجد چہ کار" اور اب یہ تفرقہ بصورت تثلیث دکھائی دیتا ہے۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ شیعہ

یہی وجہ ہے کہ دونو فریقوں کی آوازیں بھی مختلف انداز سے نکلتی ہیں جس سے اجنبی شخص بھی سمجھ جائے کہ یہ دو فرقونکی آوازیں ہیں۔ مگر نہیں اسی اختلاف پر قناعت نہیں کیگئی ہے بلکہ بعض جملونکے گھٹاؤ بڑھاؤنے ایسا فرق بین دکھایا ہے کہ پھر کسیطرح سے اشتباہ نہیں رہتا کیونکہ چارہ

مرتبہ اللہ اکبر اور دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے تو مخالفت کرنیکی کسیکو گنجایش ہی نہین تھی مگر اس جملہ کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰهِ وَوَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِیْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ ہی وہ عقیدہ ہے جسکے محو و اثبات نے ہمکو دو فریق بنایا۔

جو لوگ اس عقیدہ کے قایل نہین ہین وہ اہل سنت کہلاتے ہین اونکی اذان بھی اس جملہ سے خالی رہتی ہے۔ اور برخلاف اسکے شیعون کی اذان مین یہ جملہ کچھ اس جوش و خروش سے ادا ہوتا ہے کہ ہر سننے والا یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ اس فرقہ کو اس نام مبارک سے کچھ ایسی شیفتگی ہے کہ گویا اس نام کے سنتے ہی اون کے ہر رگ و پے مین خون کو جوش ہوتا ہے اور ایسا جوش کہ پھر دنیا و مافیہا کی اونکو خبر نہین رہتی ہے۔

ان جملون کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح اوسی اتفاق سے ادا ہوتا ہے جسکی ہر خیر خواہ اسلام کو تمنا رہتی ہے مگر اسکے بعد شیعون کی اذان مین پانچون وقت حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کی دو مرتبہ پکار ہوتی ہے۔ اور اہل سنت کے یہان یہ جملہ کسیوقت داخل اذان نہین ہوتا جس سے ایک گونہ اذان کا وزن ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ مگر صبح کیوقت اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم سے یہ کمی پوری کر دی جاتی ہے۔ پھر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ کے ادا مین البتہ صورت اتفاق نظر آتی ہے مگر بعض دفعہ اسمین بھی کچھ کمی سی ہو جاتی ہے یہی اذان ہے جو عام مسلمانون مین جاری ہے اور ہر نماز کے پہلے اس کی پکار ہوتی ہے جس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ یہ بھی ایک جزو عبادت ہے جسمین اختلاف ہونیکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی یہی سبب ہے کہ ہزارہا مختلف حدیثون مین اسکی فضیلتین بتائی گئی ہین اور بیحد و شمار اسکے فضائل دکہائے گئے ہین مگر ناظرین فن تاریخ جانتے ہین کہ گذشتہ اسلاف نے اس جملہ کو بھی ملکی اور پولیٹکل مقاصد مین داخل کر دیا تہا جس سے وقتاً فوقتاً انواع و اقسام کے تغیرات و تبدلات عمل مین آ گئے اور بہت سی خونریزیان اس کی پیدا ہوئین جسکی تفصیلی اطلاع سے موجودہ اہل اسلام کو بہت کچھ تشفی ہو سکتی ہے اور حال کے اختلافات کو مٹا سکتے ہین بشرطیکہ اوسکی کوشش کرین۔

تحقیق لفظی

معنی اعلام یا اجازت کے ہین یعنی لوگونکو خبر دینا اور مطلع کرنا یا اجازت دینا اگر اذان بمعنی اعلام لیا جاے
تو اسکا مجرد اذن ہوگا بمعنی علم جیسا کہ قرآن شریف مین بھی آیا ہی اذنتکم علی السواء جسکے معنی
اعلمتکم کے ہے کہ خبردار کیا تمکو اور ہم تم علم مین برابر ہوگئے اور یہی معنی آیہ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب
من اللہ ورسولہ مین بھی بعض مفسرون نے بیان کیا ہی کہ فاذنوا کے معنی فاعلموا کے ہے
کہ سود خوار و نکو خبردار کردو حرب خدا و رسول سے - اذن گوش یعنی کان کو بھی کہتے ہین اور سننے
کو بھی اُن باتونکی جنکا سننا یا اتباع کرنا مناسب ہے جیسا کہ قرآن مین ہی واذنت لربہا وحقت
یعنی استمعت ناطاعت وانقادت اور باب تفعیل مین لیجانے سے معنی ندا پیدا ہوئے ہین
جیسا کہ قرآن مجید مین ہی اذن موذن ای نادی منادی یعنی پکارا پکارنیوالے نے کیونکہ اذن
کے معنی خبر دینے کے ہین اور اذن بالتشدید کے معنی زیادہ خبر دینے کے ہین - اسی سے وہ ”اذان“ جسکی
یہان بحث ہے - اسلیے اذان دینوالے کو موذن کہتے ہین جیسا کہ جس مینار پر کھڑے ہوکر اذان دیجاتی ہے
اذان دیتے ہین اوسے مئذنہ کہتے ہین بکسر میم و ہمزہ ۔۔

اذان قبل اسلام

اذان اگرچہ ہر ندا کو لغوی معنی سے کہہ سکتے ہین مگر اہل اسلام کی اصطلاح مین اب یہ نام اون چند کلمات
کا قرار پایا ہی جو نماز کیوقت پکارا جاتا ہے - اور دیگر انبیا کے زمانہ مین یہ کام ناقوس وغیرہ سے لیا جاتا تھا -
اور عرب کے لوگ کبھی آگ سلگا کر کبھی کسی کلمہ کو باواز بلند پکار کر یہ کام نکالتے مگر کسی خاص ندا یا صدا پر اذان
کا اطلاق نہین ہوتا تھا -

ہان محاورہ قرآن مجید مین حضرت ابراھیم خلیل اللہ کے ندا دینے کو اس لفظ سے یاد کیا ہی جس سے
ہم یہ کہہ سکتے ہین اسلام نے جہان بہت سے امور ملت ابراہیمی کے تجدید کی ہی اس سنت اذان کو بھی جاری
کیا چنانچہ خداوند عالم قصۂ بناء خانہ کعبہ مین ان لفظون مین حکم دیتا ہے واذن فی الناس بالحج
یعنی اے ابراہیم تم لوگونکو پکارو حج کیلیے جسکی تعمیل حضرت خلیل اللہ نے یون فرمائی کہ کوہ ابوقبیس پر
جو مکہ کا مشہور پہاڑ ہے چڑھ کر ہر چہار سمت پھر پھر کر یہ ندا دی یا ایہا الناس کتب علیکم الحج
الی البیت فاجیبوا ربکم یعنی تم لوگون پر حج خانہ کعبہ واجب کیا گیا ہے دعوت خدا کی اجابت

گرد جب خدا کا یہ حکم نازل ہوا تو حضرت ابراہیم کو مقتضائے بشریت یہ تردد ہوا کہ ہماری آواز سب
کیونکر پہونچیگی جس پر خداوند عالم نے اونکی تسکین فرمائی اذّن وعلیّ البلاغ یعنی تم پکارو سب کا پہونچانا
میرے ذمہ ہے

دوسری اذان قرآن مین بذیل ذکر انبیا علیہم السّلام حضرت یوسفؑ کے قصہ مین مذکور ہے ثم
اذّن موذن ایتہا العیر انکم لسارقون یعنی آواز دی پکارنیوالے نے کہ اے قافلہ والے
تملوگ چور ہو یہ ندا اوسوقت دی گئی ہے جب برادران حضرت یوسفؑ رخصت ہوکر مصر سے کنعان کو
جانے لگے ہیں تو یہ آواز دیگئی جس سے وہ رکین اور تلاشی اونکی لیجاوے جسکی ایک خاص غرض تھی

قرآن کی ایک اور اذان

اب قبل اسکے کہ ہم اسلام کی اذان کو اور اوسکی ابتدائی حالت اور اوسکے تغیرات کو بیان کرین ایک اور اذان
کا تذکرہ ضرور ہے جو اذان اصطلاحی سے خارج ہے مگر قرآن پاک نے اوسکو بلفظ اذان یاد کیا ہے۔
یہ اذان سورہ برات کی تیسری آیہ مین مذکور ہے واذان من اللّٰہ ورسولہ الی النّاس ...
الحج الاکبر انّ اللہ بریٓ من المشرکین ورسولہ فان تبتم فھو ...
تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللّٰہ وبشّر الذین کفروا بعذاب ...
خدا و رسول کی طرف سے آدمیونکو بروز حج اکبر کہ خدا و رسول بری ہے مشرکون سے
بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر روگردانی کرو تو جان رکھو کہ خدا کو عاجز نہین
کافرون کو بعذاب الیم۔

یہ سورہ اگرچہ سورہ برات کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا نام سو...
فاضحہ ہے جسنے اون منافقون کو اچھی طرح فضیحت کیا تہا۔ جو حضرت...
نام بنام اون منافقون کو یاد کیا تہا۔ اسی وجہ سے وہ نام بعد کو نکال...
شان نزول اسکا یہ ہے کہ جناب رسول خدا نے کفار و مشرکین سے...
او نمین خیانت کرتے اور مرتکب بدعہدی ہوتے تہے۔ لہذا یہ حکم نازل ہ...
درمیان مین جو عہد تھے اونکی ذمہ داری سے اب د...
دیتے ہین۔ مگر جو کفار پابند عہد و پیمان رہے ہین و...

اوس زمانہ تک باقی رہیگا جو زمانہ مقرر کیا گیا تہا -

اب اسمین اختلاف ہے کہ جس چار مہینہ کی مہلت دی گئی تھی اوسکی ابتدا کب سے ہی خاندان رسالت کی اکثر
حدیثون مین تو بیستم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک کی مہلت تھی مگر اور رواتیون مین اوّل شوال سے
ابتدا قرار پائی ہی اور بعض رواتیون مین دہم ذیقعدہ سے اسکی ابتدا تھی کیونکہ اس سال کفار کا حج
اسی تاریخ کو ہوا تھا بقاعدہ نسی

پھر حج اکبر مین بھی اختلاف ہے مگر خاندان رسالت کی حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حج حج اکبر ہے
کیونکہ اسکے مقابلہ مین حج اصغر عمرہ ہے جسکے ارکان بہ نسبت ارکان حج خفیف ہین - اسیلیے عمرہ
کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہین -

لیکن دوسرے مفسرین نے روز عرفہ کو حج اکبر کہا ہے اور بعضون کا یہ قول ہی کہ مخصوص
اوسی سال کے حج کو حج اکبر کہتے ہین جسمین کفار و اہل اسلام نے بالاتفاق حج کیا تھا - اور او
...ر کی ممانعت نازل ہوئی - مگر یہ امر اتفاقی ہی کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت رسول
...وایت شاہ ولی اللہ صاحب بشمول خلیفہ دوم یہ سورہ عنایت فرمایا کہ جا کر
...ا کی تبلیغ کرین - کچھہ دور شیخین گئے تھے کہ حکم خدا نازل ہوا کہ اس کام کو
...ی طالب تب حضرت نے اپنے ناقہ غضبا پر سوار کر کے بسرعت تمام حضرت
...و بکر سے اس سورہ کو لیلو اور جا کر مکہ مین اسکی تبلیغ کرو خلیفہ اول
...تھے یا بروایت دیگر منزل روحا تک - کہ حضرت علیؑ مرتضی ناقہ
...لیفہ اول سے آیات سورہ برات لے لیا - شیخین روتے ہوئے
... اور وجہ عزل دریافت کی کہ کیا کوئی آیہ میرے بارے مین نازل
...حکم لائے کہ اس کام کو یا تم انجام دو یا وہ شخص جو تم سے ہو -
...کی تبلیغ رسالت نہین کرسکتا اسلیے علیؑ کو روانہ کیا جناب
... کہ روز عرفہ عرفات مین - اور شب عید کو مشعر الحرام
... تشریق یعنی ۱۳،۱۲،۱۴/۱۵ کو منے ان دس اتیونکو

...لد اول مین ملاحظہ ہو ۱۲

[illegible] جو حضرت علی
مرتضی سے یہ روایت ہے کہ حضرت نے چار حکم کی تبلیغ کیلئے روانہ کیا تھا ایک یہ کہ خانہ کعبہ مین اب کفار
نہ داخل ہون۔ دوسرے یہ کہ طواف خانہ کعبہ کوئی برہنہ نہ کرے تیسرے یہ کہ مومن و کافر مسجد الحرام
مین مجتمع نہ ہون آیندہ سے چوتھے یہ کہ جس سے کسی خاص زمانہ کا رسول اللہ سے معاہدہ ہے وہ عہد
و پیمان بحال خود قایم رہیگا اوس مدت تک یہی سبب ہے کہ جناب امیر کا نام قرآن مین اذان
قرار پایا ہے۔ کیونکہ حضرت ہی اس حکم کی تعمیل کرنیوالے تھے اور فریقین کی روایت سے دوسرا
نام حضرت امیر المومنین کا قرآن مین اذن واعیہ بھی ہے جو آیہ تعیہا اذن واعیہ مین مذکور ہے

ابتدای اذان اسلام

اس امر کی تحقیقات علامہ احمد بن خطیب قسطلانی نے اپنی کتاب مواہب لدنیہ مین بڑی فرد جداگا
سے کی ہے۔ لہذا پہلے اوسی عبارت کا بجنسہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔
ابتدای اذان مین علماے بہت کچھ اختلاف کیا ہے بعضون کا یہ قول ہے کہ ہجرت کے پہلے ہی
اذان کا حکم جاری ہوا تھا اور بعض اسکے مدعی ہین کہ سنہ ۲ ہجری مین اسکی ابتدا ہے۔ بعض کا یہ
قول ہے کہ چونکہ اوقات نماز معین تھے اسلئے بلا بلاے لوگ اپنے وقت پر پہونچ جاتے مگر ابن سعد یہ
روایت کرتے ہین کہ حضرت بلال آواز الصلوۃ جامعۃ بلند کرتے یہی اذان تھی اوسوقت کی
جناب رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ لوگو جمع کرنے کے لئے (نماز مین) کون سی
تدبیر اختیار کیجاے اسپر تین تجویزین پیش ہوین ایک یہ کہ مثل نصاری ناقوس بجایا جاوے دوسرے
صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ یہود کیطرح بوق بنائین تیسری تجویز یہ ہوئی کہ ہر نماز کیواسطے آگ
روشن کیجاے جسکے دیکھنے سے ہمارا مجمع فراہم ہو جایا کرے (یہ تجویز شاید آتش پرستون سے ماخوذ
ہو) مگر ابھی تک کوئی راے نہین قایم ہوئی تھی۔ کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن
عبد ربہ نے جو صحابی تھے خواب مین دیکھا کہ کسینے یہ طریقہ اذان تعلیم کیا اور اسنے خدمت
رسول اللہ مین آکر عرض کیا امام احمد بن حنبل معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہین کہ خواب
دیکھنے والے معاذ بن جبل ہین انکا بیان ہے کہ مینے خواب مین۔ اور اگر کہون کہ وہ خواب نتھا تو سچ

[illegible] اللہ اکبر کہا
جسطرح اذان کہی جاتی ہی - اسپر حضرت نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے - جاؤ بلال کو تعلیم کرو کہ
اذان کہے کیونکہ اوسکی آواز تجہسے زیادہ پاٹ دار ہی - کہا معاذ بن جبل نے کہ مین بلال کو سکہاتا
تہا - اور وہ باواز بلند کہتے جاتے تھے کہ حضرت عمر نے سن لیا - جو اپنے گہر مین بیٹھے تھے وہانسے
ردا کہینچتے ہوئے نکلے اور قسم کہاتے تھے کہ ہم نے بھی یہی خواب دیکھا ہے
امام طبرانی نے اوسط مین نقل کی ہی کہ حضرت ابوبکر نے بہی بیان کیا کہ مین نے بہی خواب دیکھا
ہے - اور امام غزالی وسیط مین لکھتے ہین کہ دس آدمیون سے زیادہ لوگون نے اسکا ادعا کیا
اور عبارہ جیلی شرح تنبیہ مین یہ ہی کہ چودہ آدمی اسکے مدعی ہوئے تھے - مگر ابن صلاح وامام نووی
منکر ہین اور سیرۃ مغلطائی مین یہ لکہا ہی کہ انصار سے سات آدمیون نے اسکا دعوی کیا تہا
[ح]افظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق سی صرف عبداللہ بن زید کی روایت ثابت ہی اور
[...]عمر بعض طرق مین آیا ہے - !
[علا]مہ سہیلی یہ اعتراض کرتے ہین کہ اسمین کونسی مصلحت تھی کہ اذان کی صورت بعض
مسلمانونکو دکھائی گئی تہی اور بطور وحی یہ حکم نہ آیا جیسا کہ دیگر احکام شرعی مین وحی کا
نزول ہوتا تہا پھر اسمین کیا مصلحت تھی کہ حضرت نے اُس خواب کو رویاے حق قرار دیا
اور اوسی پر اذان کی بنا ہوئی - تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اذان کا اجرا بالوحی ٹہرایا گیا -
پھر اسکا خود ہی جواب دیا کہ حضرت نے شب معراج - اذان کی ابتدا اس طرح ملاحظہ فرمائی
تھی کہ حضرت علی مرتضی سے روایت ہی - کہ جب براق پر سوار ہو کر حضرت تشریف لیگئے اور قریب
حجاب پہونچے تو ایک فرشتہ حجاب قدرت سے نکلا - اوسنے پوچھا ای جبرئیل یہ کون شخص ہی حضرت
جبرئیل بقسم بیان کرتے ہین کہ ہمنے اُس فرشتہ کو کبھی نہ دیکھا تہا - اوسی فرشتہ نے حضرت رسول
کو دیکھکر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تب حجاب قدرت سی آواز آئی سچ کہا میرے بندہ نے
مین اکبر ہون اکبر ہون - اور بقیہ اذان بھی اسیطرح سنائی دی -
علامہ سہیلی کہتے ہین یہ اقوی ہی وحی سے - اور جب حکم اذان مین تاخیر ہوئی مدینہ تک اور
لوگونکا اعلام کرنا - اوقات نماز سے منظور ہوا - تو ٹھہری رہی وحی یہانتک کہ عبداللہ نے وہ

خواب دیکھا۔ یہ خواب اسکا موافق ہوا اُسکے جسکو حضرت دیکھ چکے تھے۔ اسی لئے فرمایا یہ رویا حق
ہے انشاء اللہ۔ اور اوسوقت معلوم ہوا کہ جو کچھ خدا نے آسمان پر دکھایا تھا۔ اوس سے یہی منظور
تھا کہ زمین مین بھی یہ سنت جاری ہو۔ اور جب عمر انصاری نے بھی یہی خواب دیکھا تو اور بھی تقویت
ہوئی۔،،

اسپر یہ اعتراض ہوا ہی کہ حدیث بزار کا راوی زیاد بن منذر ابو الجارود ہی اور وہ متروک ہے
اور فتح الباری مین یہہ اعتراض کیا گیا ہی کہ اثبات حکم اذان کا عبداللہ بن زید کے خواب سے درست
نہین ہو سکتا کیونکہ پیغمبرون کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی نہین ثابت ہو سکتا
مگر اسکا یہہ جواب دیا گیا ہے کہ اس خواب کے ساتھ وحی بھی نازل ہوئی چنانچہ ابو داؤد نے روایت
کی ہی کہ عمر نے جب اذان کو خواب مین دیکھا تو آکر حضرت کو خبر دینی چاہئے۔ مگر یہان آکر معلوم
ہوا کہ وحی اسکے قبل آچکی ہی۔ کیونکہ بلال کو اذان کہتے سنا۔ اور حضرت نے [illegible] وحی آچکی ہے
تیرے خواب سے پہلے ہی زیادہ صحیح ہی اوس سے جو داؤدی نے روایت کی ہی کہ حضرت جبرئیل عمر
کے خواب سے وحی کا حکم آٹھ روز پہلے لاچکے تھے۔

عبداللہ بن زید کا خواب بروایت ابن اسحق یون ہی۔ کہ اوسنے دیکھا کوئی شخص ناقوس لئے
جاتا ہے۔ مینے پوچھا کیا اسکو بیچوگے اوسنے جواب دیا تمکو ناقوس سے کیا غرض مینے کہا لوگون کو
نماز کیواسطے بلائینگے۔ اُس مرد نے جواب دیا مین اس سی بہتر چیز تم لوگونکو بتاتا ہون کہ نماز کے
وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا کرو آخر جملہ اقامت تک اسکو روایت کیا ہی ابو داؤد نے
باسناد صحیح۔

مگر عمر کا خواب نہ معلوم ہوا کہ کیا دیکھا تھا۔ کیونکہ اُنکا اسیقدر بیان تھا کہ مینے بھی ایسا ہی خو
خواب دیکھا ہی۔ مسند حراب مین ہی کہ اول اذان دینوالے سماء دنیا مین جبرئیل ہین جسکو عمر اور
بلال نے سنا جب بلال نے جاکر اسکی خبر دی تو حضرت نے فرمایا تجھ سے پہلے عمر خبر دیگئے ہین۔
اس سی معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے حالت بیداری مین دیکھا تھا نہ خواب مین۔

اور بہت سی حدیثون سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان کی ابتدا مکہ مین ہوئی تھی حضرت نے معراج
مین دیکھا اور بلال کو اسکی تعلیم فرمائی۔ مگر اس روایت مین طلحہ بن زید بھی داخل ہین جو

متروک ہے۔ اور دار قطنی کی یہ روایت ہے کہ جبرئیل نے اسکا حکم دیا تہا جسوقت نماز کی تعلیم کی تہی۔ مگر ان سبکے اسناد مین بہی ضعف ہے اور حدیث بزار بہی اسی مادہ مین ہے۔ فتح الباری مین لکہا ہے کہ یہ سب روایتین صحیح نہین ہین ابن منذر کو یقین ہے کہ حضرت مکہ سے مدینہ تک بلا اذان نماز پڑہتے تہے اسوقت تک اس بارہ مین مشورہ کیا گیا۔*

اگرچہ فاضل مصنف نے اس تحقیقات مین ہر طرح کے ذخیرون سے کام لیا ہے۔ اور ہر قسم کی شہادتونکو استعمال کیا ہے جس سے امید تہی کہ اصلیت واقعہ پر پوری روشنی پڑتی اور قابل اطمینان کوئی بات معلوم ہوتی مگر ایسا نہوا بلکہ ایسی پیچیدگیان پیدا ہوئین کہ مشکلات کی دشوار گذار راہ اور بہی کٹہن ہوگئی۔ کیونکہ ان مجموعی روایات پر جب گہری بلکہ سرسری نظر بہی ڈالی جاتی ہے تو اس معمولی اذان کا سلسلہ بہی اسلام کے اون اختلافی مسائل سے قرار پاتا ہے جسکا فیصلہ کرنا اونہین محالات سے ہے جسمین ہزارون علما کی عزیز جانین مفت رائگان گئین اور آج تک کچہہ محقق نہوا۔ محقق نگاہین ہمیشہ اصلیت واقعہ کے دریافت کرنے پر مجبور ہین جنکی اس طولانی سفر سے اونکی پیاس بہی نہین بجہتی جتنا کہ فصل گرما کی شبنم کسی محرور المزاج کی مسکن ہو۔ کیونکہ سبہی شہادتین جب اختلاف کے سبب سے ساقط الاعتبار کردیجاتی ہین تو جو کچہہ بہی روایتین اپنے اختلاف وتناقض البیان ہونیکے ساتہہ کیونکر عزت کی نگاہون سے دیکہی جاسکتی ہین۔

اگر لائق مصنف یہان ان سمعی وقیاسی شہادتونکے بدلے مین یا کاش اونہین کے ضمن مین اوس شہادت کو بہی لکہدیتے جو خاص رسول اللہ سے بذریعہ اونکی اولاد امجاد کے بلا امتشار کمت اعتبار پہنچی ہے تو محقق کیلئے بہت کچہہ مفید ہوتی مگر افسوس یہ شہادت اس قابل بہی نہ سمجہی گئی کہ اوسکا ذکر کیا جائے چہ جائیکہ قابل اعتبار و وثوق قرار پائے۔

حالانکہ عام قاعدہ ہے کہ تحقیقات کی بنیاد اون شہادتون پر یا اون روایتون پر رکہی جاتی ہے جو چشم دید ہو۔ حاضر موقع ماجرا سے لیگئی ہو۔ اور اگر بہائی بیٹا یا اوس خاندان کا کوئی موثق معتمد شخص بیان کرنیوالا ہو۔ تو وہ بہمہ وجوہ قابل ترجیح ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ چانڈو خانہ کی خوش گپیون کے بیان پر اعتماد کیا جائے یا اونہین مختلف ومتضاد بیانون کے یکجا کردینے کا نام تحقیق رکہا جائے۔ جسمین کوئی کچہہ ہانکتا ہے کوئی کچہہ۔ لہذا ہم یہان اوس روایت کو بہی لکہتے ہین جو

* دیکہو مواہب لدنیہ قسطلانی صفحہ ۔ ۱۲

جو بذریعہ خاندان رسالت کے لیگئی ہی جسکو رسول اللہ کے مادام الحیات والی وصیتون نے

ہمسر قران بنایا ہے جس سی یہ سب اختلافات رفع دفع ہو جائین اور کسیطرح کا شک و

شبہہ باقی نہ رہی۔ دیکھیے کتاب کافی ثقۃ الاسلام شیخ محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ مین ابتداے

اذان کے متعلق یہی دو روایتین مرقوم ہین اوّل عن ابی جعفرؑ قال لمّا اسری

برسول اللہ الی السّماء فبلغ البیت المعمور وحضرت الصلوۃ

فاذن جبرئیل واقام فتقدم رسول اللہ وصف الملائکۃ والنبیون

خلف محمّد صلے اللہ علیہ والہ دوم عن ابی عبد اللہؑ قال

لمّا ھبط جبرئیل بالاذان علی رسول اللہؐ کان راسہ فی حجر علیؑ

فاذّن جبرئیل فلما انتبہ رسول اللہ قال سمعت قال نعم

قال حفظت قال نعم قال ادع بلالا فعلمہ فدعا علیؑ

علیہ السّلم بلالا فعلمہ صـ۱۵۶ فروع کافی ج ۲

یعنی جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہی کہ جب رسوؐل شب معراج کو بیت المعمور تک پہونچے

تو وقت نماز آچکا تھا۔ وہان حضرت جبرئیل نے اذان واقامۃ کہی اور رسوؐل نے نماز جماعت

پڑہائی جسکی اقتدا ملائکہ اور انبیا نے کی کہ حضرت کے پیچھے صف باندہے کھڑے تھے۔ اور حضرت

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل حکم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوے تو

اوسوقت حضرت کا سر مبارک آغوش جناب امیرؑ مین تھا حضرت جبرئیل نے اذان واقامت

کہی جب رسوؐل اللہ بیدار ہوے تو پوچھا یا علی تمنے بھی سنا۔ عرض کیا ہان۔ پوچھا یاد بھی

کرلیا ہے عرض کیا ہان تو فرمایا اچھا بلاؤ بلال کو اور اوسکی تعلیم دو چنانچہ جناب امیرؑ نے

بلال کو بلاکر تعلیم فرمایا،،

اگرچہ عام مسلمانون نے ہمیشہ اس قسم خاص کی روایتون سے چشم پوشی کی ہی۔ مگر نہ اس

بنا پر کہ اسمین کوئی راوی ضعیف ہی یا مجہول یا کذاب ہی یا مفتری۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ہمارے

حلقہ یا ہماری سوسائٹی کی یہ روایت نہین ہے۔ یا اس وجہ سی کہ یہ روایتین اونہین لوگون سے

لیگئی ہین جنکا استیصال کرنا۔ ان مسلمانون کا فرض منصبی تھا کہ ہمیشہ انکا نام صفحہ ہستی سے

مٹایا چاہئے تھے تو پھر اونکے ذریعہ سے کیونکر کوئی روایت قبول کیجائے جس سے خواہی نخواہی اونکا نام لینا پڑے۔ اور لوگون کے دماغ و قلب مین اس نام کا وجود متحقق ہو۔ لہذا مین اسکی جرات نہین کرسکتا کہ عام سوسائٹی کے خلاف انہین روایتون کے مطابق فیصلہ کرون جو کسیطرح مطبوع خلائق نہو بلکہ اون خصوصیتون کو بیان کرتا ہون جس سے عام نگاہین اسکی تصدیق و قبول پر مجبور ہون اور وہی درجہ ان روایتون کو حاصل ہو جسکی وہ مستحق ہین۔

(۱) یہ دونون روایتین مع اسناد ایک ہی جگہ پر مرقوم ہین جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ کو بترتیب تقدم و تاخر بیان کیا ہے کہ پہلی اطلاع اسکی حضرت کو شب معراج ہوئی تھی۔ اور دوسری اطلاع زمین پر جسکے بعد سے اسکا نفاذ شروع ہوا۔ نہ یہ کہ دو مختلف روایتین ہون جیسا کہ روایات سابقہ کی شان تھی۔

(۲) ان دونون روایتونکے سوا اور کوئی روایت اس کتاب مین نہین مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ محدث مذکور کے نزدیک یہ مسئلہ بلا اختلاف ثابت تھا جو ہر صورت مین اختلافی حکایتون سے افضل ہوگا۔

(۳) ان روایتون مین بھی وہی بات دکھائی گئی ہے کہ نزول حکم اذان بذریعہ رویا یعنی خواب تھا مگر اس خواب کے دیکھنے والے خود رسول اللہ تھے نہ اور کوئی گو جناب امیر ہی کیون نہون ہ کیونکہ اگرچہ جناب امیر بھی اس اذان سے مطلع ہوئے مگر نہ بذریعہ رویا وغیرہ بلکہ چونکہ روبرو جناب رسالتمآب حضرت جبرئیل نے اذان دی تھی۔ اس وجہ سے جناب امیر نے سنا اور یاد رکھا تو ان روایتون کے ذریعہ سے علامہ سہیلی کے وہ تین اعتراض بھی اوٹھ گئے جو بعض صحابہ کے رویا کے اذان پر نہایت شد و مد سے وارد کیا تھا۔ اور کوئی جواب معقول آجتک نہ ہوسکا۔

(۴) ان دونون روایتون سے وہ سب خرابیان بھی دفع ہوگئین جو روایات مذکور الصدر سے پیدا ہوئی تھین کہ حضرت عمر بلال کو اذان کہتے سنکر قسم کہا بیٹھے۔ کہ واللہ مین نے بھی یہی خواب دیکھا ہے کیونکہ ان روایتون سے اچھی طرح اون راویون کی دروغ گوئی ثابت ہوئی جنہون نے حضرت عمر پر ایسا اتہام کیا تھا۔ اس اتہام کی حقیقت یون اور بھی کھل جاتی ہے کہ خود ان راویون نے اس مادہ مین چند طرح سے اختلاف کیا ہے۔

بسبب اشتراک لفظ عمر یہ نسبت حضرت عمر کیطرف کی گئی۔

(۲) بقول علامہ قسطلانی حضرت عمر کا خواب ہی نہ معلوم ہوا کیا تھا کیونکہ ان روایتون مین صرف اسیقدر دعوی کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہمنے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔

(۳) یہ بھی تذبذب مین ہے حضرت عمر نے خواب دیکھا تھا یا بیداری مین جو یقینا لوازم نبوت سے ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف عبد اللہ بن زید کی روایت کو ثابت کہا ہی اور روایت حضرت عمر کے اثبات کا دعوی نہین کیا۔

(۵) بروایت ابو داؤد جب حضرت عمر نے اسکا دعوی کیا تو حضرت نے فرمایا آٹھ روز پہلے اسکی وحی آچکی ہے پھر کوئی عاقل کیونکر ایسا دعوی کرسکتا ہی کہ جو بند آٹھ روز سے پنجوقتہ باواز بلند دیجاتی ہو اوسکے نسبت یہ کہے مینے آج اسکو خواب مین دیکھا ہے؟

(۶) انہین بیانون سے وہ اتہام بھی باطل ہوگیا جو اس اذان کی نسبت مین حضرت ابو بکر کی طرف کی گئی کیونکہ علامہ ابن حجر نے صاف لکھدیا ہی روایت عبد اللہ بن زید ثابت ہے اور روایت عمر بعض طرق مین آئی ہے۔

غرض ان مجموعی روایتون کی حالت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ واضعین روایات نے چاہا کسیطرح اور لوگون کو بھی شریک منصب رسالت بنائین تاکہ عوام پر انکی ایسی عظمت ثابت ہو جس سے انکے ساتھ حسن عقیدت بہم پہونچائین۔ مگر علمای اہل اسلام انکی اصلیت کو بخوبی سمجھ گئے ہین۔ اور اچھی طرح بتا دیا کہ سوا نبی کے اور کسیکا خواب کبھی نہین معتبر ہوسکتا۔

یہ منصب شرکت فی الرسالہ کا عطا کرنا کچھ اسی واقعہ سے مخصوص نہین ہی۔ صدہا واقعات آپکو ایسے ملینگے جنمین یہ کوشش کی گئی ہی کہ پبلک پر رسول اللہ کی غلطیان دکھائی جائین۔ اور دوسرے لوگ اوسکے مقابلہ مین عمدہ رائے رکھنا بلکہ حضرت کی غلطیونکی اصلاح کرنا اور قرآن کا حسب خواہ اونکے نازل ہونا دکھایا گیا ہی جس سے ایک سچا مسلمان کانپ اوٹھتا ہے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین کیونکہ اس قسم کے دشمن اون صریحی دشمنون سے بھی بدتر ہین جو مخالف اسلام ہین۔

الغرض فریقین کی جتنی روایتین یہان نقل کی گئی ہین اونسے اچھی طرح ثابت ہوا کہ اذان کا حکم رسول اللہ پر نازل ہوا تھا اور حضرت ہی کے حکم سے اسنے اشاعت پائی نہ کسی صحابی کے

خواب یا بیداری مین دیکھنے سے خواہ وہ اذان سننے پر اوسی روز یا اوسیوقت مدعی ہوا ہو۔ یا اوسکی آٹھ روز بعد اور خواہ اوسکے مدعی ایک صحابی ہون یا سات انصاری یا دس صحابی یا چودہ صحابی۔ جو محض غلط ہی اور بجز تقسیم منصب رسالت اوسکا اور کوئی نتیجہ نہین۔ جو کسیطرح ممکن نہین۔

اذان رسول اللہ

مورخین و محدثین اہل اسلام نے ایک یہ مسئلہ بھی اختلافی بنایا ہی کہ رسول اللہ نے اذان کبھی خود فرمائی ہے یا نہین۔ روایتین دونو قسم کی پیش کی گئی ہین۔ مگر ہمکو کوئی ایسی روایت نہین ملتی جسپر ہمکو وثوق و اعتماد ہو۔ لہذا اسکی بحث فضول ہی۔ صحیح ترمذی مین جو مشہور کتاب حدیث ہے۔ اسکی روایت کی ہے کہ حضرت نے سفر مین اذان اقامت فرمائی بعدہ نماز بہ اشارہ پڑہی۔ مگر علمانے اس حدیث کو رد کیا ہے۔ کیونکہ دارقطنی نے اس روایت کو بایں مضمون نقل کیا ہے کہ حضرت نے بلال کو حکم بہ اذان دیا جو لوگ اذان رسول اللہ کے منکر ہین وہ اسکی چار وجہین بیان کرتے ہین۔

(۱) کہ اگر حضرت اذان دیتے تو جب حی علی الصلوۃ فرماتے لوگونپر اجابت دعوت واجب ہوتی اور یہ موجب حرج ہے۔

مگر اسکا یہ جواب دیا گیا ہی کہ اس ندا سے مقصود اعلام و اخبار ہے نہ بالخصوص احضار

(۲) اس مین شائبہ تزکیہ نفس ہی کہ حضرت خود اشہد ان محمدً رسول اللہ فرماتے ہین اسلئے حضرت نے نہ فرمایا اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جب بغرض افتخار ہو تب مذموم ہے اور اگر بغرض شکر نعمت باری ہو تو مستحسن ہی واما بنعمة ربك فحدث

(۳) اگر حضرت اذان فرماتے تو اوس سے گمان ہوتا وہ محمد دوسرے ہین جنکی رسالت پر شہادت دیجاتی ہی لہذا آپنے اذان نہ دی۔

اسپر یہ اعتراض کیا گیا کہ چاہیے تھا حضرت تشہد مین اشہد ان محمدًا عبدہ و رسولہ نہ فرماتے حالانکہ بالیقین ثابت ہی اسیطرح السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہنا

بھی ثابت ہی۔ شاید اسی اعتراض کے دفعیہ کے لئے یہ حدیث بنائی گئی کہ حضرت تشہد مین اشہد انی رسول اللہ فرماتے جسپر ابن حجر کہتے ہین کہ اس روایت کی کوئی اصل نہین اشہد ان محمد عبدہ ورسولہ کہنا بتواتر ثابت ہے۔

(۴) خلفاء راشدین کے ترک اذان مین جو عذر بیان کیا گیا ہی وہی جواب زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت کی عادت تھی جب کوئی عمل کرتے تو اوسکا التزام بھی فرماتے پس اگر اذان کی مواظبت کرتے تو اون امور مین خلل آتا جسکے لئے حضرت مبعوث ہوئے اور وہ اعمال مثل قتال و فصل خصومات وہدایت ناس اس سے بدرجہا افضل ہین۔

مگر اسپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ ہر عمل کا التزام کرنا ضروری نہین کیونکہ بہت سے اعمال ایسے بھی ہین جنکا حضرت نے التزام نہین کیا۔ اور دوسرے اعمال کا افضل ہونا کچھ اسکو مستلزم نہین ہی کہ حضرت نے اسکو نہ کیا ہو۔

مولوی عبد الحی صاحب رسالہ خیر الخبر فی اذان خیر البشر میں اسکا یون فیصلہ کرتے ہین کہ حضرت کا اذان کہنا مولود کے کان مین یقینا ثابت ہی کیونکہ بروایت ابو داود و ترمذی و احمد حنبل حضرت حسنین علیہم السلام کے کان مین بوقت ولادت اذان فرمائی تھی باقی رہی نماز کی اذان تو ہمکو اسمین توقف ہے۔[1]

اس وجہ چہارم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اختلافات کا دربارہ اذان نبوی صلعم اصلی منشا یہی ہے کہ خلفاء راشدین کی اس اذان نہ دینے کو مستند بفعل نبوی قرار دین جسکی اونکو کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ خود حضرت عمر فرماتے ہین لولا الخلافۃ لاذنت یعنی کہ اگر مین خلیفہ نہوتا تو اذان دیتا جس سے معلوم ہوا کہ خلفا کا اذان نہ کہنا بخیال حفظ مراتب خلافت تہا نہ بتاسی فعل رسول اللہ حالانکہ صحیح ترمذی مین صاف روایت اسکی موجود ہی کہ حضرت نے اذان فرمائی اور علامہ سیوطی شرح بخاری مین لکھتے ہین کہ ہمکو ایک حدیث مرسل ملی ہے۔ بہ اخراج سعد ابن منصور کہ حضرت نے اذان دی اور حی علی الفلاح فرمایا جسمین دوسری کسی تاویل کو گنجایش نہین۔ اور شرح ترمذی مین لکھتے ہین کہ جو اسکا قائل نہو کہ حضرت نے خود اذان دی وہ

---

[1] دیکھو خیر الخبر صفحہ ۱۳ و ۱۴ ۱۲

غافل ہے جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ حضرت کا اذان دینا ان حضرات کے نزدیک ثابت ہے مگر صرف اسی خاص غرض سے انکار کیا جاتا ہے۔

جو لوگ اخلاق عظیمہ و صفات حمیدہ جناب رسالتمآب سے واقف ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ حضرت نے کبھی وہ باتین نہ کین جس سے بوئے تکبر و ترفع آتی ہو اور نہ کبھی اون باتون کو ترک کی جسمین تذلل و انکسار کا شائبہ ہو خاص کر جب پیش خدا وہ فعل کوئی خاص عظمت رکھتا ہو جیسا کہ اذان کے بارے مین بحد تواتر حدیثین وارد ہین جس سے یہانتک علما نے ترقی کی ہے کہ بعض قایل ہوئے اذان دینا افضل ہے امامۃ جماعت سے اور بعض قائل بہ تساوی ہین۔

الغرض جب جناب رسالتمآب کا اذان دینا کان مین حسنین علیہم السلام کے اور بوقت نماز صبح دو روایتون سے ثابت ہوچکا تو صرف تصحیح افعال خلفائے ثلثہ کیلئے کیا ضرور ہے کہ حضرت کے اذان دینے سے بھی انکار کیا جائے۔ حالانکہ خود خلیفہ دوم نے تصریح کی ہے کہ ہم صرف بخیال خلافت نہین اذان دیتے اور آیندہ بہت سے واقعات ملینگے جسمین کتنی مخالفتین سنت رسول سے کی گئی ہین۔ اور اگر اس بیان سے تسکین نہو تو سیرت جناب امیر المومنین پر نظر کرنا چاہیے جو یقیناً باتفاق تمامی اہل اسلام سنت رسول اور معصوم و محفوظ تھے کہ بغرض اوسی احیاء سنت نبوی کے اکثر زمانہ خلافت مین خود ہی صبح کی اذان دیتے جس سے اچھی طرح معلوم ہوا حضرت امیر اس اذان دینے کو منافی شان خلافت نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ جناب رسالتمآب اسکو منافی شان رسالت نہ جانتے تھے۔

مؤذنون عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

حضرت کے زمانہ مین گو کوئی عہدہ خاص طور پر کسی سے نامزد نہین تہا۔ مگر جو کام کسی شخص سے زیادہ لیا جاتا ہے اوس منصب مین زیادہ مشہور ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ حضرت کے موذنون مین پانچ صحابی کا نام بالخصوص مذکور ہے

بلال ابن رباح ابن ام مکتوم سعد القرظ ابو محذورہ زیاد بن حارث صدائی

مگر ابن عمر کی روایت مین دو ہی موذن کا ذکر ہے ایک بلال دوسرے عبد العزیز جسکی توجیہ ابن حجر نے یہ کی ہے کہ قرینہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد العزیز نام تہا ابن ام مکتوم کا جو نابینا تھے

ان پانچ موذنون مین زیادہ مشہور نام بلال کا ہی جو اصل مین حبشی تھے۔ اسی مناسبت سے یہ بھی مشہور ہے کہ شین منقوط کی جگہ یہ سین کہتے تھے۔ جسکی کوئی اصلیت نہین معلوم ہوتی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی ہین کنیت انکی ابوعبداللہ ہے اور بعض نے ابوعبدالکریم اور بعض نے ابوعبدالرحمن بھی لکھا ہے اور بعض کہتے ہین ابوعمرو ہے۔

استیعاب علامہ ابن عبدالبر مکی مین ہے صفحہ ۵۹ جلد اول عن عطاء الخراسانی قال کنت عند سعید بن المسیب فذکر بلالا فقال کان شحیحا علی دینہ فاذا اراد المشرکون ان تقاربہم قال اللہ اللہ قال فلقی النبی ابابکر فقال لو کان عندنا مال اشترینا بلالا قال فلقی ابوبکر العباس بن عبدالمطلب فقال لہ اشتر لی بلالا فانطلق العباس فقال لسیدتہ ہل لک ان تبیعینی عبدک ہذا قبل ان یفوتک خیرہ وتحرمی ثمنہ قالت وما تصنع بہ انہ خبیث وانہ قال ثم لقیہا فقال مثل مقالتہ فاشتراہ العباس فبعث بہ الی ابی بکر فاعتقہ فکان یوذن رسول اللہ فلما مات النبی اراد ان یخرج الی الشام فقال ابوبکر بل تکون عندی فقال ان کنت اعتقتنی لنفسک فاحبسنی وان کنت اعتقتنی للہ عزوجل فذرنی اذہب الی اللہ عزوجل فقال اذہب فذہب الی الشام فکان بہا حتی مات۔

محقق دہلوی شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد دوم مین لکھتے ہین۔ آمدہ است کہ ملاقات کرد پیغمبر ابوبکر را وگفت اگر می بود مارا مالے میخریدم بلال را پس ملاقات کرد ابوبکر عباس بن عبدالمطلب را وگفت مرا در اجر برائے من بلال را پس رفت عباس نزد زن امیہ بن خلف کہ تنی وے بود وگفت رغبت داری کہ بفروشی ... غلام خود را کہ بلال است پیش از آنکہ برود از دست

کرد وگفت بوے ہمین سخن - پس خرید عباس او را و فرستاد نزد ابی بکر یعنی بخشید بوے پس آزاد کرد ابوبکر او را صفحہ ۶۲

ان دونون روایتون سے بصراحت تمام ظاہر ہی کہ حضرت عباس عم رسول اللہ نے اپنی مال سے خریدا اور خرید کے ابوبکر صاحب کو بخش دیا پھر یہ معلوم ہمین خلیفہ صاحب کی کیا فضیلت نکلتی ہے ان دونون روایتون مین یہی مرقوم ہی کہ حضرت عباسؓ نے خرید کرکے ابوبکر صاحب کو بخشا مگر ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہی کہ جب حضرت عباسؓ کو اپنے مال سی خریدنا تھا تو خود رسول اللہ کو کیون نہ دیا جو ابوبکر صاحب کو بخشا لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہان بھی یارون نے تحریف کی تھی کہ اتنی ہی سہی فضیلت ابوبکر صاحب کو مل جائے ورنہ شیعون کی کتب رجال مین انکو مولی رسول اللہ لکھا ہی کہ رسول اللہ کے غلام آزاد کردہ تھے۔

ان کی تحریف کا پتہ اس سے بخوبی مل سکتا ہے کہ اِن کے راویون نے اس کے متعلق کتنی روایتین اور کس کس قسم کی بنائی ہین۔ پہلے تو قیمت مین تین قول ہی (۱) پانچ اوقیہ کو خریدا (۲) سات اوقیہ کو خریدا (۳) نو اوقیہ کو خریدا۔ چوتھا قول یہ ہی کہ ایک غلام حبشی اس کے عوض مین دیا پانچوان قول یہ ہی کہ ابوبکر صاحب نے اُس وقت ان کو خریدا کہ کافرون نے ان کو پتھرون کے نیچے دبا دیا تھا اور دفن کر دیا تھا۔

یہ اختلاف بیان بجائے خود کافی دلیل اس کی ہی کہ اصلیت کے خلاف باتین بنائی جاتی ہین اور اصلی واقعہ چھپایا جاتا ہی حضرات اہلسنت نے صرف اسی بیان پر نہین اکتفا کی بلکہ یہان تک ترقی کی کہ قبل از اظہار نبوت آنحضرتؐ ابوبکر کو بلال کا مالک بنایا اور اس مضمون کی روایت ڈھالی کہ جب حضرت نے اپنے عم معظم حضرت ابوطالبؑ کے ساتھہ سفر شام کیا ہے اور راہب نے حضرت ابوطالبؑ کو خوف دلایا کہ یہود و نصاری سے آپکی حفاظت کرنی چاہئے۔ تو حضرت ابوطالبؑ نے راہ سے معاودت کی اور مال اپنا بصرے مین بیچ کر مکہ چلے آئے مگر بعض روایت مین یہ ہی کہ حضرت ابوطالبؑ نے کچھ لوگونکو ساتھہ کرکے حضرت کو مکہ بھیج دیا۔ اسکے ساتھہ یہ بھی جوڑ دیا کہ اس وقت ابوبکر صاحب نے بھی بلال کو حضرت کے ساتھہ کر دیا جیسے شیخ عبدالحق

لکھتے ہین در بعض طرق وارد شدہ کہ فرستاد ابوبکر بلال را ہمراہ آنحضرت لیکن این درست نمی آید زیراکہ
ابوبکر در این سفر ہمراہ نبود و بلال را ہنوز نخریدہ بود و ابوبکر خردتر از حضرت بود و آنحضرت دوازدہ
سالہ بود صفحہ ۳۴۳ جلد ۲

اس روایت مین واضع مکار نے دو فضیلت بلکہ تین فضیلت نکالی تھی ایک یہ کہ ابوبکر صاحب اس سفر
مین ساتھ تھے جس کی رو شیخ صاحب نے یون کی ابوبکر صاحب درین سفر ہمراہ نبود یارون نے
ایک قصہ اور بھی یہان بنایا ہے کہ بحیرا راہب نے ابوبکر ہی سے دریافت کیا تھا یہ کون مرد اس درخت کے
نیچے میٹھا ہے جب ابوبکر نے کہا محمد بن عبد اللہ تو راہب نے کہا یہ پیغمبر آخر الزمان ہین جب حضرت مبعوث
برسالت ہوے تو ابوبکر صاحب اسی بنا پر اسلام لائے اسپر شیخ عبد الحق لکھتے ہین شیخ ابن حجر گفتہ کہ اگر
صحیح است این قصہ پس سفرے دیگر خواہد بود غیر سفر ابی طالب صفحہ ۳۴۴

اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ خود ابن حجر کو اس کی صحت مین تردد ہے اور شروع روایت مین خود شیخ
عبد الحق نے بھی لکھا ہے از ابن عباس بسند ضعیف روایت کردہ است۔ دوسرے یہ کہ ابوبکر بلال کے
مالک تھے جس کی نسبت لکھتے ہین بلال را ہنوز نہ خریدہ بود۔

تیسرے یہ کہ ابوبکر نے از راہ کمال شفقت جس طرح حضرت ابوطالب نے لوگون کو ساتھ کیا تھا اسیطرح ابوبکر نے
بلال کو ساتھ کیا اسکے نسبت لکھتے ہین ابوبکر خردتر بود دہ سال۔

پس جب شروح کے اہلسنت نے اس طرح کی روایتین وضع کرنی شروع کی ہین تو اور بھی اس
روایت کی عدم صحت نمایان ہوئی کہ حضرت عباس نے بلال کو خرید کرکے حوالہ ابوبکر کیا شاہ ولی اللہ
صاحب چونکہ اثبات خلافت شیخین مین مجبور ہین کہ جہانتک ہو سکے وضعی روایتین بنائین اس لیے
وقعہ مذکورہ بلال مین لکھتے ہین۔ وآنچہ بعض از ناس بسبب صغر سن صدیق دران وقت و عدم
اشتراء بلال الا بعد الاسلام استبعاد میکنند مجرد وہم است زیرا کہ ممکن است از اہل گیا است مثل
این چیزہا کہ در صغر سن ظاہر شوند و جائز است کہ بلال را بطریق اجارہ یا عاریت ہمراہ گرفتہ باشند
واللہ اعلم قرۃ العینین صفحہ ۱۰۶

یہان پر مصحح نسخہ مولوی نور الحسن صاحب نے جو حاشیہ لکھا ہے وہ بھی قابل دید ہے لکھتے ہین
میگوید بندہ خاکسار کہ ہرگاہ وفات بلال در سال بست ہجری باشد و او شصت و سہ سالہ مردہ

باشد پس لا محالہ او بدہ سال خورد از آنحضرت باشد و درین سفر شام دوازدہ ہم از سنین عمر شریف مع
شد تا اگر بلال درین ایام طفل دو سالہ باشد اجارہ و استعارہ او چہ معنی داشتہ باشد و اگر عمر بلال
را حقیقتاً نہ سالہ فرض کردہ آید پس آنجناب سہ سال کم باشد و در ایام سفر شام نہ سالہ باشد باز ہم اجارہ
گرفتن یا استعارہ او خالی از بعد نیست فتامل دیکھو قرۃ العینین مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ

اس عبارت سے شاہ صاحب کے کلام کی قلعی کھل گئی کہ حضرت کے سفر شام کے وقت بلال کی عمر
دو برس کی ہوتی ہے یا بفرض دوسرے قول ضعیف کے نو سال کی تو کون عاقل اسکو قبول
کر سکتا ہے کہ ابوبکر صاحب جو خود اُس وقت نہ سالہ یا دہ سالہ تھے اُنسے ایسا امر ظاہر ہو کہ دو سالہ لڑکے
کو حضرت کی حفاظت کیلئے ساتھ کریں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں بذکر عبد الرحمان بن غزوان راوی روایت مذکورہ لکھتے ہیں۔

قلت انکر ما بعد حدیثہ عن یونس بن ابی اسحق عن ابی بکر ابن ابی موسے عن ابی موسے
فی سفر النبی صلعم وھو مراھق مع ابی طالب الی الشام وقصۃ بحیرا ومما یدل
علی انہ باطل قولہ وردہ ابو طالب وبعث معہ ابوبکر بلالا و بلال لم یکن بعد خلق
وابوبکر صبیا صفحہ ۱۰۲ جلد ۲۔

یعنی جو روایت اسنے قصہ سفر شام میں بیان کی ہے کہ ابوبکر نے بلال کو ساتھ کیا یہ باطل ہے کیونکہ بلال اُس وقت
تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور خود ابوبکر اُسوقت کم سن تھے۔

اور علامہ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں ووقع فی کتاب الترمذی وغیرہ انہ
بعث معہ ابوبکر بلالا وھو من الغلط الواضح فان بلالا اذ ذاک لعلہ
لم یکن موجودا وان کان فلم یکن مع عمہ ولا مع ابی بکر۔ یعنی کتاب ترمذی وغیرہ
میں جو یہ روایت آئی ہے کہ ابوبکر نے حضرت کے ساتھ بلال کو بھیجا غلط واضح ہے کیونکہ بلال
تو اُس وقت شاید پیدا بھی نہ ہوئے ہونگے اور اگر پیدا تھے تو نہ وہ حضرت ابو طالب کے ساتھ تھے نہ ابوبکر کے
ساتھ اور تاریخ خمیس میں ہے قال الحافظ الدمیاطی وفی الحدیث وھم فی قولہ
وبعث معہ ابوبکر بلالا اذ لم یکونا معہ ولم یکن بلال اسلم ولا ملکہ ابوبکر
بل کان ابوبکر حینئذ لم یبلغ عشر سنین ولم یملک ابوبکر بلالا الا

[illegible]

هذا الحدیث ثقاۃ ولیس فیہ منکر سوی قولہ وبعث معہ ابوبکر۔

یعنی حدیث میں وہم ہے کیونکہ نہ ابوبکر اور بلال حضرت کے ساتھ تھے نہ بلال اُس وقت اسلام لائے تھے نہ ابوبکر اُنکے مالک تھے بلکہ ابوبکر کا سن اُس وقت دس برس کا بھی نہ تھا اور ابوبکر تو اس کے تیس برس بعد بلال کے مالک ہوئے۔

افسوس کہ علمائے اہل سنت نے اپنے خلفا کی محبت میں صحیح صحیح حدیثوں کو اسطرح غارت کیا ہے کہ بنیاد بگاڑا کیونکہ یہ قصہ حضرت کے سفر شام کا اور بحیرا راہب کی ملاقات کا اور اُسکے بشارت دینے کا کیسا عمدہ اور پاکیزہ واقعہ ہے کہ دوست دشمن سب پر موثر ہے مگر جب مخالفین اسلام۔ اہل سنت کے اِن وضعیات پر مطلع ہونگے کہ خود صحیح ترمذی میں ایسی غلط روایت داخل کی گئی ہے جو خود علمائے اہل سنت کے نزدیک موضوع ہے تو وہ اصل واقعہ پر کس درجہ شکوک پیدا کرینگے۔

آپنے تنقید بخاری میں تو دیکھا ہوگا کہ حضرت کے بعثت کا قصہ بھی جو صحیح بخاری اور دیگر روایات فریقین میں بکثرت موجود ہے۔ اہل سنت کی کارروائیوں سے محفوظ نہ رہ سکا وہاں بھی حضرت ابوبکر ہی بچائے گئے اور صحیح روایت غارت کی گئی۔

یہی تو وجہ ہے کہ جسقدر اہل سنت کی کتابیں ملک میں شایع ہو رہی ہیں اسلام کی مخالفت بڑھتی جاتی ہے کیونکہ عیسائی اور آریہ دونوں اِن کتابوں کو دیکھتے ہیں اور انہیں وضعی روایتوں پر اعتراضات کی ایسی بوچھار کرتے ہیں کہ صحیح روایتیں بھی متزلزل ہو جاتی ہیں اور اہلسنت سے کچھ جواب نہیں بن آتا۔

بہرحال جب معلوم ہو چکا کہ حضرت بلال بمال ابوبکر سے نہیں خریدے گئے بلکہ حضرت عباس نے خریدا تھا تو اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت عباس نے ابوبکر ہی کو ہبہ کیا نہ رسول اللہ کو تب بھی کوئی شرف ابوبکر صاحب کو نہ ملا کیونکہ یہ جو کچھ ہے وہ حضرت عباس کی خیرات ہے۔

اب پھر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت بلال نے اور کسی خلیفہ کے لئے اذان دی یا نہیں۔

اہل سنت نے یہ بھی بنایا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ وہ بزمانہ ابوبکر بھی اذان دیتے تھے عمر نے اپنی خلافت میں چاہا کہ بلال اذان دیں تو بلال نے جواب دیا کہ من اذان لغیرہم برا سے

رسول خدا میگفت واذان نگفتم برائے ابوبکر کہ ولی نعمت من بود و شیخ عبدالحق صاحب اس روایت
کو لکھکر لکھتے ہیں و این روایت خلاف مشہور است -

اس روایت سے جہان یہ معلوم ہوا کہ بلال نے عہد ابوبکر میں موذنی نہیں قبول کی وہان یہ بھی معلوم
ہوا کہ اگر در حقیقت ابوبکر ہی اُنکے مالک ہوتے اور بلال اُنکو خلیفہ بحق سمجھتے تو کبھی ترک رفاقت
نہ کرتے اور اُنکو چھوڑ کر ملک شام نہ چلے جاتے -

یہ روایت محض اسلئے بنائی گئی کہ کسی طرح ابوبکر صاحب کی کوئی حقیقت مالکانہ حضرت بلال پر قائم
کرین لہذا موذنی کا اُنکے عہد میں قصہ بنایا گیا حالانکہ باتفاق اہل سنت یہ غلط ہے -

کتب رجال شیعہ سے اس واقعہ کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت بلال نے اذان کہنا بعد
وفات رسول اللہ ترک کر دیا تھا اور خلافت ابوبکر کو منظور نہ کرتے تھے عمر نے ان کو مجبور کیا تو انہون نے
جواب دیا کہ جس کو رسول اللہ نے خلیفہ اپنا نہین بنایا ہم اُس کی بیعت نہ کرینگے کیونکہ حضرت نے
جسے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اُسکی بیعت ابھی ہماری گردنون میں ہے یوم قیامت تک اسپر عمر نے
اُن کو گالی دی اور کہا کہ تم ہمارے شہر سے چلے جاؤ لہذا حضرت بلال نے سفر شام اختیار کیا -

یہ روایت کتب رجال شیعہ میں ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس قدر تو یقینی ہے کہ بعد وفات
رسول اللہ انہون نے اذان کہنا چھوڑ دیا تھا اور جانب شام روانہ ہوگئے اور ناظرین کتب تاریخ کو
معلوم ہے کہ ملک شام اُس وقت تک ملک کفر تھا کیونکہ وفات رسول اللہ کے بہت دنوں بعد وہان
جنگ شروع ہوئی ہے - خالد بن ولید پھر ابو عبیدہ جراح وغیرہ بھیجے گئے ہیں تو قبل اس کے کہ وہان
اسلام کا تسلط ہو حضرت بلال کا وہان جانا ضرور کسی وجہ خاص سے تھا - اور پھر وہین مدۃ العمر
رہنا اور مدینہ منورہ نہ آنا جو حضرت کا دار الہجرہ تھا اور تمامی مسلمین کو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ
وہان جاکر قیام پذیر ہون - اس کی خبر دیتا ہے کہ یہ سفر حضرت بلال کا کسی خاص وجہ سے تھا کہ وہ
مدینہ سے رنجیدہ ہوگئے تھے -

اور تائید اس کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت بلال کے مدینہ آنے اور اذان کہنے کے بارے
میں شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں - چون بلال رضی اللہ عنہ بہ شام رسید بعد از مدتہا حضرت
رسول را بخواب دید ... [illegible]

ساعت متوجه مدینه شد وچون نزدیک رسید از احوال فاطمه وحسن وحسین سلام الله علیهم اجمعین
پرسید گفتند فاطمه بجنت خرامید وحسن وحسین باقی اند۔ وچون بمدینه درآمد خواستند مردم که برائے
ایشان اذان گوید هیچکس را مجال آن نه شد که به بلال این سخن بگوید گفتند از حسینؑ التماس
باید کرد که به بلال امر فرمایند که اذان بگوید که او را از فرمودهٔ ایشان چاره نخواهد بود پس امام
حسینؑ امر فرمود و بلال به اذان گفتن در آن موضعے که در حضور شریف حضرت علیه السلام میگفت
برآمد چون گفت الله اکبر الله اکبر بتصور و تذکار ایام حیات رسالت شورشے وگریه بر مردم راه یافت
وچون گفت اشهد ان لا اله الا الله آن شورش وگریه زیاده شد وچون گفت اشهد ان محمد
رسول الله زلزله در شهر افتاد وگریه وناله درگرفت گویا امروز رحلت آنحضرت است پس بلال
را مجال اذان گفتن شد ونه مردم را طاقت شنیدن ماند صفحه ۲۶۵

کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال کا آنا بوجہ ایک خواب کے تھا کہ حضرت کو سفر شام کے چھ مہینہ
کے بعد خواب میں دیکھا اور آپنے اس کی شکایت کی کہ تم مدینہ کیوں نہیں آتے قریب مدینہ پہونچکر
اُنہوں نے جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کا حال دریافت کیا جس پر وفات جناب سیدہ کا
اُن کو حال معلوم ہوا جو بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ حضرت بلال نے بعد رحلت جناب رسالتمآب
اور قبل وفات جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا سفر شام کیا تھا اور بنابر روایات اہل سنت
وفات جناب سیدہ آنحضرت کی وفات کے چھ مہینہ بعد ہوئی جس سے اور بھی اسکی تائید ہوئی کہ بعد
انتقال آنحضرت فوری سفر شام بلال کو پیش آیا۔ تو اب یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت بلال خلافت
کی طرف سے یا معتوب تھے یا خلافت نے اس وفات جناب سیدہ کو اس قابل نہ سمجھا کہ اُن اصحاب
کو جو دور مقام پر ہیں اطلاع دیں خواہ اس خیال سے کہ عام مسلمانوں کو نہ معلوم ہو کہ رسول
اللہ کا کوئی وارث بھی ہے خواہ اس خیال سے کہ یہ واقعہ کوئی شان نہیں رکھتا جس سے کسیکو
اطلاع دی جائے۔

بہرحال حضرت بلال کے استفسار احوال اہل بیت طاہرین سے اور پھر کسی کی جرأت نہ کرنا اسپر
کہ اذان کی فرمائش کرے اور جناب سید الشہدا روحی لہ الفداء کے حکم سے اذان دینا۔ اسکا بخوبی
پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ خصوصیت تھی انکو خاندان رسالت سے تھی نہ ابوبکر کی خریداری سے نہ اُن کے مال سے

وفات انکی سنہ ۲۰ ہجری مین ہوئی یا سنہ ۲۱ مین ۶۳ برس کی عمر مین اور بعض لوگ ۷۰ برس لکھتے ہین اور باب صغیر دمشق مین مدفون ہوے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

(۲) ابن ام مکتوم

بعض علما نے انکا نام عمرو لکھا ہے اور بعض نے عبد اللہ اور بعض نے عبد العزیز یہ پیدائشی اندہے تھے انکی اذان کے بارے مین بروایت صحیح بخاری ابن عمر فرماتے ہین کہ رسول اللہ نے فرمایا ماہ مبارک مین بلال کی اذان صبح کے بعد کہا سکتے ہو - مگر جب ابن مکتوم اذان دین تو ترک کر دو - مگر حضرت عائشہ اس روایت کو غلط بتاتی ہین جیسا کہ سنن بیہقی مین ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر نے اس روایت مین غلطی کی ہے کیونکہ حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ ابن ام مکتوم کی اذان تک اجازت کہانے کی ہے کیونکہ وہ اندہے ہین جو وقت صبح نہین پہچانتے بخلاف بلال کے جو وقت کو پہچانتے ہین پس اونکی اذان کے بعد کہانا پینا چھوڑ دینا چاہیے -

افسوس ہے کہ راویون نے بلکہ خود صحابہ کبار نے کس کس طرح سے حدیثونکو الٹا ہے حضرت عائشہ کی اس قسم کی نکتہ چینیون مین عبد اللہ بن عمر - ابوہریرہ ابو دردا وغیرہ زیادہ مبتلا نظر آتے ہین جنکی حدیثین صحاح ستہ مین زیادہ لی گئین ہین - علامہ سیوطی نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جسکا نام **عین الاصابہ فما ادرکتہ عائشہ علی الصحابہ** ہے جسمین بہت سے صحابہ کی غلطیان دکھائی گئی ہین - اور حضرت عمر کی روایتونپر جو اعتراضات کئے ہین اوسکا پتہ تو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی ملتا ہے - ابن ام مکتوم کی وفات جنگ قادسیہ مین ہوئی بعہد خلافت خلیفہ دوم -

(۳) سعد قرظ

حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے - جو آزاد کر دئے گئے تھے - رسول اللہ نے انکو مسجد قبا کا موذن مقرر کیا تھا مگر خلیفہ اول نے اپنے عہد خلافت مین بعد بلال انکو مسجد نبوی کا موذن مقرر کیا جو بعد کو انکا خاندانی منصب قرار پایا - بعہد حکومت حجاج انکی وفات ہوئی سنہ [illegible]

(۴) ابو محذورہ

دی تھی۔ انکا نام آیندہ واقعات مین بھی آئیگا وفات انکی ۵۹ھ مین ہوئی۔

(۵) زیاد بن حارث صیدائی

انہون نے حضرت کے زمانہ مین سفر مین ایک دفعہ اذان دی تھی جسپر حضرت بلال نے چاہا کہ ہم اقامت کہین تو حضرت نے فرمایا کہ نہین جسنے اذان دی ہے وہی اقامت کہے۔ سن وفات انکا نہین معلوم ہوا ان حالات سے ایک سمجھدار شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اصل موذن دو ہی تھے ایک بلال دوسرے ابن ام مکتوم جیسا کہ روایت ابن عمر بھی مذکور ہوئی سعد۔ ابو محذورہ۔ زیادہ تو زبردستی موذن بنائے گئے ہین جنکے اغراض آیندہ کے واقعات سے معلوم ہونگے۔

صورت اذان

یہان ہم فریقین کی کتب فقہیہ سے ایک مختصر تصویر اذان کی کھینچتے ہین تاکہ ناظرین رسالہ کو کوئی حالت منتظرہ نہ باقی رہے۔

(۱) اذان پنجوقتہ نماز۔ اور جمعہ کیلیے سنت ہے۔ مگر امام محمد (شاگرد ابو حنیفہ) اسکو واجب جانتے ہین بشرط اجتماع اہل

(۲) ترجیع یعنی آواز کا گھٹانا و بڑہانا چاہیے۔ مگر امام شافعی اسکا حکم دیتے ہین۔

(۳) اذان کے فقرات مین ٹھہرنا چاہیے۔ بخلاف اقامت کے۔

(۴) اذان کہتے وقت قبلہ رو ہونا لازمی نہین۔

(۵) حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت داہنے بائین منہ پھیرا جاے۔

(۶) اگر اذان والے مینار پر گھوم گھوم کر چکر لگائے تو اور بھی بہتر ہے۔[۱]

(۷) اذان کے وقت کان مین انگلیان ڈالے رہے تو افضل ہے۔[۲] اور اگر نہ کرے تو حسن ہے۔

---

[۱] مولوی عبدالحی صاحب نے یہان ایک روایت سنن ابو داؤد سے نقل کی ہے جسمین راوی بیان کرتا ہے کہ بلال گھومتے نہ تھے صرف حی الصلاۃ حی الفلاح کہتے وقت گردن پھیر دیا کرتے تھے۔ پھر مولوی صاحب فرماتے ہین کہ دوسرے محدثون نے اس قسم کی روایت کی ہے جس سے گھومنا چکر لگانا نکلتا ہے۔ ۱۲ راقم دیکھو سیاحۃ الفکر صـ۹۲

[۲] اصل عبارت ہدایہ کی یہ ہے الافضل للموذن ان یجعل صبعتہ فی اذنیہ وان لم یفعل فحسن لسنۃ اصلیۃ اسمین شارحون کو بہت کچھ دقت پڑی ہے کہ اسکے کیا مطالب ہین آخر کوئی اسکی توجیہ نہ نکال سکا کیونکہ جب انگلیان کان مین دینا افضل ہے تو نہ دینا حسن کیونکر ہوگا۔ رہا یہ امر کہ وہ سنت اصلیہ نہین ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بہت سی رواتیون مین یہ حکم صاف صاف موجود ہے کہ حضرت نے اسکا حکم دیا سنن ابن ماجہ اور مستدرک امام حاکم مین موجود ہے

(۸) اذان صبح مین لوگونکے خبردار کرنیکے لئے حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح دو مرتبہ کہنا درمیان اذان واقامت کے بہتر ہے۔

(۹) دوسرے اوقات مین مکروہ ہے مگر امام یوسف کہتے ہین امیر لوگونکے لئے السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح یرحمک اللہ کہنا اولی ہے۔ مگر امام محمد اس کو بعید کہتے ہین کیونکہ امیر غریب نماز مین سب برابر ہین

(۱۰) درمیان اذان واقامۃ کے بیٹھ جانا چاہئے کہ فصل ہو جائے باستثناء مغرب۔ مگر امام ابوحنیفہ کے دونون شاگرد ابو یوسف و محمد اس سے مخالفت کرتے ہین۔

یہ مختصر احکام ہمنے کتاب ہدایہ سے نقل کئے ہین جو نہایت مستند کتاب ہے

(۱۱) اور فقہ رحمانی مین ہے جو حنفی فقہ کی کتاب ہے بحوالہ کتاب السعادات فی معرفۃ العبادات چون اشہد ان محمدا رسول اللہ بشنود گوید صلی اللہ علیک یا رسول اللہ چون دوم بار بشنود بگوید قرۃ عینی یا رسول اللہ و دو ناخن انگشت را بر چشم مالد واین دعا بخواند اللہم متعنی بالسمع والبصر

(۱) فقہ شیعہ مین بلا اختلاف پنجوقتہ نماز کیواسطے خواہ ادا ہو یا قضا فرادا ہو۔ یا بجماعت عورت ہو۔ یا مرد اذان واقامہ کہنا سنت ہے۔ مگر عورت کی اذان آہستہ ہوگی

(۲) ترجیع مکروہ بلکہ حرام ہے۔

(۳)و(۴)و(۵) ان سے شیعونکو کوئی تعلق نہین ہے نہ گھومنا ہے نہ چکر لگانا نہ ناچنا ہے۔ نہ تھرکنا۔ داہین بائین پھرنے سے کوئی سروکار نہین صرف قبلہ رو کھڑا ہو کر باواز بلند کہے۔ اور فقرات اذان مین وقفہ دیا جائے یہی اصل اذان رسول اللہ ہے۔

اور آخری ترکیب جو فقہ رحمانی سے لکھی گئی وہ خود دوسرے فرقہ کے نزدیک بھی بے اصل محض ہے یارونکی ایجاد ہے

گلدستہ اذان

صومعہ۔ مئذنہ۔ منارہ

ہدایہ مین یہ حکم لکھا ہے کہ موذن اگر صومعہ مین چکر لگائے تو بہتر ہے۔ اسپر حاشیہ چڑھا گیا ہے۔ کہ صومعہ اصل مین رہبانونکے عبادت خانہ کو کہتے ہین جہان راہب لوگ رہا کرتے ہین مسلمانون نے انہین بلکہ حنفیون نے

منار دیجاتی ہے جسپر اذان دیجائے -

عہد رسول اللہ مین بلکہ خلفائے ثلثہ کے زمانہ تک نہ منارہ تھا - نہ صومعہ بلکہ مسجد کے دروازہ پر یا صحن مسجد مین یا خاص مسجد مین اذان دی جاتی تھی -

ابن سعد راوی ہین اور زید بن ثابت سے کہ جبتک مسجد نبی نہ بنی تھی اوسوقت تک بلال ہمارے
۱ مکان مین اذان دیتے تھے جو متصل مسجد تھا اور بلند تھا جب مسجد تیار ہوئی تو اوسکی چھت پر بلال نے اذان دینی شروع کی -

ولید بن عبد الملک نے جب مسجد نبوی کی نئے سرے سے تعمیر کی تو اوسیوقت یہ اضافہ بھی کیا گیا کہ مسجد کے ساتھ ایک صومعہ بھی بنایا گیا جسپر اذان دیجانے لگی

اس منارہ کا بننا تھا کہ روایتونکا انبار بھی ہونے لگا کہ منارہ پر اذان دینا مسنون ہے -

(۱) ابن عمر اور ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے کہ اذان کہنا منارہ پر سنت ہے -

(۲) بلال جو حضرت کے زمانہ مین اذان دیتے تھے تو ایک اسطوانہ پر دیتے تھے جو عبد اللہ بن عمر کے مکان مین تھا اور مسجد نبی سے قبلہ رو -

(۳) ابن زبالہ نے بھی اس قسم کی روایت لکھی ہے اور اوس منارہ کا نام بھی بتایا کہ مطمار تھا -

(۴) یہ اسطوانہ حضرت حفصہ کے مکان مین تھا جو مسجد کے قریب تھا اوسی پر بلال اذان دیا کرتے تھے

ان روایتونکو نقل کرکے علامہ سمہودی لکھتے ہین ان سب جگہونکو اسطوانہ کہنا مجازا ہے - اور راوی اسکا کثیر الغلط ہے کہ اوسکی کتابین جل گئی تھین - لہذا اپنے حافظہ کے اعتماد پر حدیثین بیان کرتا تھا - اور ظاہر یہ ہے کہ عمر یا عثمان نے اذان کیلئے کوئی منار نہین بنوایا تھا اور نہ علما اوسکو بیان کرتے -

اور علامہ سیوطی کتاب الاوائل مین لکھتے ہین کہ سب سے پہلے جو منارہ مصر پر چڑھا وہ شرحبیل بن عامر ہے - اور مسلمہ نے چند منار بنوائے اذان کے لئے - اور اسکی بنا بحکم معاویہ تھی - (یہ پوری عبارت حاشیہ ہدایہ سے لیگئی ہے جو تصنیفات جناب مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی سے ہے دیکھو صفحہ ۲)

علامہ سیوطی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ مین لکھتے ہین کہ مسلمہ نے جو معاویہ کیطرف سے بعد عمرو بن العاص حاکم مصر ہوا تھا - اون سب عمارتونکو گرادیا جو عمرو عاص نے اس مسجد کے متعلق بنوائی

صومعہ (گلدستہ اذان) بنوایا تہا چہار طرف اذان دینے کیلئے اس مسجد اور کل عمارت کو عبد العزیز بن مروان نے ۶۵ھ مین توڑدیا اور پچہم طرف بڑہا کر نئے سرے تعمیر کیا۔

پھر ۸۹ھ مین بحکم ولید اسمین ترمیم کی گئی۔

پھر ۹۲ھ مین قرہ بن شریک نے بحکم ولید توڑ کر بنوایا۔

اور ۹۳ھ مین محراب بھی اسی مسجد مین قائم کی گئی اور سمت قبلہ کچہ داہنی جانب کج کیا گیا کیونکہ لیث بن سعد اور عبد اللہ بن لہیعہ جو بڑے درجہ کے عالم تھے اونکا یہی مذہب تہا کہ قبلہ کے داہنی جانب کچہ منحرف ہوکر نماز پڑہی جائے۔

محراب

مسجدین ابتدا ایجاد سے محض ایک سادہ طور کے مکان پر ہوتین جنمین نہ کوئی زینت کیجاتی تھی نہ نقش و نگار تہا۔ نہ محراب تہا نہ مینار۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ مین جب مسجد رسول باہتمام عمر بن عبد العزیز تعمیر ہونے لگی (جو مدینہ کے گورنر تھے اور خلیفہ وقت کے بھتیجے) تو اونھون نے یہ اضافہ کیا کہ مسجد نبی مین محراب مجوف بنایا۔ اور اوسکے بعد سے اسکی تقلید تمامی مسجدون مین ہونے لگی حسن المحاضرہ صفحہ ۳۵۔

غرض محراب اور مینار جو بنام صومعہ نامزد ہے بنی امیہ کے اضافات سے ہے جو غالباً ملک شام سے تحفہ لائے ہین اور تمامی اہل اسلام مین اسکی تقسیم کی۔

یہانتک مختصر طور پر صورت اذان۔ اور گلدستہ و مینار و محراب کی آپنے زیارت فرمائی جسکے تفصیلی حالات کچھ آیندہ بھی ظاہر ہونگے۔ اب دوسری رنگ آمیزیان ملاحظہ فرمایئے کہ زمانہ کے انقلاب نے کس کس قسم کا انقلاب خاص اس اذان کے متعلق دکھایا ہے۔

تغیرات اذان

اس اذان کا سلسلہ جس عنوان سے شروع ہوا تہا تا عہد جناب رسول اللہ صلی اللہ ایک حالت پر قائم رہا مگر بعد وفات رسول جیسا کہ اور احکام فرائض و سنن مین انقلاب آیا مسئلہ اذان بھی اوسی طوفان بے تمیزی مین آگیا۔

پہلا تغیر

اوسی روز شروع ہوا جو اسلامی انقلاب کا پہلا روز ہے یعنی وفات رسول اللہ کے وہ ایک روز قبل یا اوسی روز نہ تغیر دیا گیا کہ قاتلان اسود عنسی نے جو بعہد حضرت مدعی نبوت ہوا تھا اوسکے قتل پر صبح کی اذان

اسکا واقعہ یون ہوا کہ باذان بادشاہ یمن جب اسلام لایا تو اوسکے ساتھ اور رعایا مین بھی اسلام لائے جنمین یہ اسود عنسی بھی شامل تھا - اسکا نام عبہلہ بن کعب تھا اور ذوالحمار بھی کہتے ہین شعبدہ بازی اور کہانت مین ید طولی رکھتا تھا باذان بادشاہ کے مرنے پر جناب رسالتمآب نے ملک یمن کو چند حصون پر تقسیم کیا - اور ہر حصہ پر ایک ایک صحابی کو عامل مقرر کیا - اور **معاذ بن جبل** کو بطور گرداور مقرر کیا کہ ہر جگہ دورہ کرین اور احکام دینی کی تعلیم کرتے رہین جب حضرت علیل ہوے اور آپ کی ناخوشی مزاج کی خبر مشتہر ہوئی - تو اس عبہلہ نے ملک یمن مین جہان اسکی سکونت تھی - دعوی نبوت کیا - اور اپنے شعبدہ و کہانت کے زور سے بہت سے لوگونکو بہکایا - یہانتک کہ قیس بن عبد یغوث بھی جو روساء نامدار سے تھا اسلام سے منحرف ہوکر اوسکا سپہ سالار بنایا -

اسلام کیطرف سے بادشاہ یمن باذان کا بیٹا شہر نام صف آرا ہوا جسمین فتح اسود کے پلے نام قرار پائی اور معاذ بن جبل نے فرار مین مصلحت دیکھی مگر ملک یمن سے باہر نہ گئے بلکہ وہین روپوش ہوگئے -

حضرت کو جب یہ معلوم ہوا تو آپنے چند افسر دنکو تعنات کیا جسمین فیروز دیلمی بھی تھے اوسنے اس ملعون کا قصہ بسازش اوسکی زوجہ کے تمام کیا - اور اوسیکے قلعہ پر اذان صبح دیگئی جسمین باواز بلند اشہد ان عبہلہ کذاب کی صدا بلند ہوئی اسود عنسی کا تسلط یمن پر تین مہینہ رہا - اور اوسکے قتل کی خبر حضرت نے آخر ایام حیات مین دی تھی بذریعہ وحی کے مگر ظاہری خبر اس فتح و فیروزی کی زمانہ خلافت خلیفہ اول مین آئی جو ایک طرحکا شگون مبارک سمجھا گیا -

یہ تغیر اذان کا محض صبح کیوقت ہوا تھا جو درحقیقت کوئی تغیر نہ تھا بلکہ ایک نعرہ خوشی تھا جو حضرت کی رسالت پر اداے شہادت کے ساتھ یہ صدا بھی بلند ہوئی جس سے اسود عنسی کے ہمراہیان و پیروان قلعہ کی حفاظت سے دست بردار ہوے اور یہ قلعہ مع لواحق و توابع ممالک محروسہ اسلام مین داخل ہوا

دورہ خلافت خلیفہ اول

اس خلافت کا زمانہ چونکہ بہت ہی قلیل ہی کہ دو ڈھائی برس مین طے ہوگیا لہذا احکام شریعت پر اسکا اثر کم پڑا تاہم اذان ایسی چیز بھی اسکے اثر سے خالی نہ رہی -

عرض کرین السّلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ الصلوٰۃ یرحمک اللہ
مگر حضرت ابوبکر کے عہد مین یہ قاعدہ اس صورت سے بدلا کہ موذن بعد اذان اگر عرض کرے السّلام
علیک یا خلیفۃ رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سیرۃ حلبیہ مین ہے کہ بعض
علما نے کہا ہے یہ بھی بدعت ہے کہ درمیان اذان و اقامت کے موذن دروازہ امیر پر آئے اور کہے
حی علی الصلوٰۃ اور بعض علما قائل ہین کہ اس بدعت کا احداث بعہد معویہ ہوا

تیسرا تغیر

اسی عہد خلافت مین یہ ہوا کہ مطابق اصلی قانون اسلام اذان کا سننا کسی بستی سے ہو اور سکے
اسلام کی علامت تھی کہ حکم اسلام اوسپر جاری ہوتا۔ اونکا خون اونکا مال اونکے اہل و عیال سب
امان مین رہتے اور اونسے جنگ نہ کی جاتی۔ مگر خالد بن ولید نے جو سپہ سالار خلیفہ اول تھے۔ اس قانون
کو توڑ دیا جس بستی سے اذان کی آواز سن چکے تھے اور جن مسلمانونکو نماز پڑھتے دیکھ چکے تھے۔ اپنی
خواہش باطل کیلئے اون مسلمانونکو قتل کر ڈالا۔
تفصیل اسکی بالاجمال یہ ہے کہ خلافت خلیفہ اول کی دسوین روز اس بنیاد پر تمام عرب مین بغاوت
پیدا ہوئی کہ اگر خاندان رسالت سے خلافت نکال لیگئی ہے تو ہم لوگون کے رہتے یہ کیونکر خلیفہ ہو سکتے ہین۔
حالانکہ ہمارا خاندان ہمیشہ معزز رہتا چلا آیا ہے۔ اسی بنیاد پر زکوٰۃ دینے سے اکثرون نے انکار کیا اور اطاعت
خلیفہ اول سے منحرف ہو گئے۔

اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید نامزد ہوئے جو ایک مشہور بہادر تھے۔ خلیفہ نے
انکو وصیت کی کہ جہان اذان کی آواز سننا وہان کے لوگونکو امان دینا انسے متعرض نہونا۔ مگر خالد نے
اسپر یہ اضافہ کیا کہ ہزارون مسلمانون کو قتل کیا اور اونکی عورتون بچونکو قید کیا اور بہتون کو زندہ
جلوا دیا۔ تاکہ رعب سلطنت بخوبی بیٹھ جائے۔
حکم اذان کی پابندی مین بالمخصوص مالک بن نویرہ کا نام لیا جاتا ہے جہان حضرت ابو قتادہ انصاری
اور عبداللہ بن عمر نے خود گواہی دی تھی کہ مینے ان لوگون کو اذان دیتے سنا ہے۔ مگر خالد چونکہ ابتدا
[illegible]

یہ قصہ نہایت ہی طولانی ہے اور چند وجہون سے یہ قصہ اذان مین پیش کیا جاتا ہے جس سے خلفا پر الزام آتے ہین کیونکہ خلیفہ دوم نے بخیال حقانیت خواہ بلحاظ دوستی مالک بن نویرہ بہت کچھ زور مارا کہ خلیفہ اول کسیطرح خالد کو بقصاص مالک قتل کرین یا بعوض جرم زنا سنگسار کرین۔ یا بلحاظ مصالح ملکی معزولی پر قناعت کرین۔ مگر خلیفہ اول نے ایک نہ سنی اور خالد بن ولید کو معقول ترقیان دیتے رہے۔ یہانتک کہ خلیفہ دوم کی خلافت کا زمانہ آیا خلیفہ نے پہلا کام یہی کیا کہ خالد کو سپہ سالاری ملک روم و شام سے معزول کیا اور جن قیدیون کو خالد الیمیو لائے تھے واپس کیا یہانتک کہ حد و بستر سے وہ عورتین منگا کر انکے سابق شوہرون کو واپس کی گئین۔

چوتھا تغیر یہ ہے کہ اس دورہ خلافت سے بروایت کنز العمال الصلوٰۃ خیر من النوم کی بنو پڑی مگر اس روایت مین خلیفہ کا اس باب مین کوئی ذکر نہین لہذا اسکی تفصیل دورہ خلافت دوم مین مذکور ہوگی

دورۂ خلافت دوم

یہ دور جسطرح بہت سے واقعات عجیبہ و غریبہ مین یادگار مانا جاتا ہے بالخصوص ترمیم و تنسیخ احکام شریعت نبوی مین بھی مشہور روزگار ہے۔ کیونکہ ابواب فقہ سے کوئی باب ایسا نہ ملیگا جسمین حضرت فاروق کی رائے نے مقابلہ حکم خدا اور رسول کے اثر کیا ہو خصوصاً اذان مین تو وہ جدتین ہوئین کہ آجتک یادگار ہین۔

پانچوان تغیر

جو دو برس پیشتر سے جاری تھا کہ موذن بعد اذان دربار خلافت مین آکر السلام علیک یا ایہا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح عرض کرتا تھا اوسمین حضرت فاروق نے لقب امیر المومنین اختیار کرنیکے بعد یہ اضافہ کیا کہ یرحمک اللہ بھی کہا کرے۔ مگر بعض قائل ہین کہ یہ اضافہ حضرت عثمان کے پاے نام ہے۔ اوسوقت سے یہ دستور خلفاے بنی امیہ و بنی عباس تک جاری رہا۔

یہان ایک دوسری روایت بھی منقول ہے کہ جو بالکل اسکے متناقض ہے چنانچہ در المناحث سے روایت لکھی گئی ہے کہ حضرت عمر جب وارد ہوئے تو موذن نے آکر کہا الصلوٰۃ یا امیر المومنین حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح جسپر خلیفہ نے فرمایا اوسی ہو تجھیر کیا تو جنون ہے کیا جو تو نے

اذان دی تھی وہ اسکے لئے کافی نہین تھی اس سے اسپر استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ فعل مسنون نہین ہے

تیسری روایت یہ بھی ہے کہ السلام علیک یا امیر المومنین یرحمک اللہ کی ایجاد معویہ نے کی مگر روایات

مرقومہ بالا کچھ زیادہ وثوق کے ساتھ لکھی جاتی ہین

چھٹا تغیر

یہ ہوا کہ حی علی خیر العمل کا کلمہ اذان سے نکالدیا گیا چنانچہ تمہید القواعد مین علامہ شمس الدین اصفہانی لکھتے ہین فانہ صعد المنبر وقال ایھا الناس ثلث کن فی عھد رسول اللہ وانا انھی عنھن واحرمھن واعاقب علیھن وھی متعۃ النسا ومتعۃ الحج وحی علی خیر العمل یعنی خلیفہ دوم نے بالاے ممبر فرمایا تین باتین عہد رسول اللہ مین جاری تھین مین انکو حرام کرتا ہون ایک متعۃ النسا دوسری متعۃ الحج تیسرے حی علی خیر العمل جنسے مین منع کرتا ہون۔

اس حکم سے اگرچہ تمامی رعایا اسلام نے حی علی خیر العمل کا کہنا اذان مین ترک کردیا تھا مگر خود عمر صاحب کے بڑے صاحبزادہ حضرت عبد اللہ اکثر اوقات اذان مین یہ جملہ کہدیا کرتے تھے۔ مگر کتابین اس بیان سے کہ عبد اللہ کی یہ جرئت آیا زمانہ جناب خلیفہ دوم بھی یا بعد وفات جبکہ خوف کا سبب باقی نہ تھا۔ خالی ہین اور دیگر صحابہ وتابعین مین بقول علامہ ابن حزم ابو امامہ بن سہیل بن حنیف کا بھی نام لیا جاتا ہے اور بروایت سیرۃ حلبیہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی حی علی خیر العمل اذان مین فرماتے تھے چند روایتون کا مجموعہ مولوی عبد الحی صاحب نے بھی بصورت سوال وجواب یہان لکھا ہے

(۱) بیہقی نے بلال سے روایت کی ہے کہ وہ صبح کی اذان مین حی علی خیر العمل کہتے تھے تو حضرت نے حکم دیا اسکی جگہ الصلوۃ خیر من النوم کہا کرو۔

(۲) یہی روایت بجنسہ ابو الشیخ اصبہانی نے بھی کتاب الاذان مین نقل کی ہے

(۳) امام بیہقی عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہین کہ حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل بھی کبھی کبھی کہتے تھے

(۴) یہی روایت امام محمد نے بھی موطا مین نقل کی ہے۔

ان روایات کا مجموعہ صاف دلالت کرتا ہے اسپر کہ اس جملہ کی اصلیت ہے۔ تو امام نووی صاحب کا

اسکے جواب مین مولوی صاحب فرماتے ہین کہ اذان کی روایتین صحاح ستہ وسنن ومسانید مین موجود ہین ۔ مگر کسی نے اس جملہ حی علی خیر العمل کو نہین لکھا ۔ اگر یہ زیادتی اذان مین بلال کے بھی ہوتی تو مثل الصلوۃ خیر من النوم کے اسکی زیادتی بھی منقول ہوتی ۔ اور بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ زیادتی ثابت نہین ہے کہ حضرت نے بلال کو یا ابو محذورہ کو اسکی تعلیم دی ہو ۔ تو معلوم ہوا یہ روایت ایسی نہین ہے ۔ اور صاحب امام منقول زیلعی فرماتے ہین تخریج احادیث ہدایہ مین کہ رجال اسکے مجہول ہین انکا حال کتب رجال مین دیکھنا چاہئے ۔ اور ابن عمر کا کہنا کبھی کبھی کہتا تھا جیسا کہ احیاناً کہنے سے ظاہر ہے اور دوسرے کسی صحابی سے منقول نہین ۔ ان سب کے سوا ہم اسکو حرام نہین جانتے بلکہ مکروہ جانتے ہین "

یہ ایسی تقریر ہے کہ اسپر جہانتک افسوس کیا جاے کم ہے کیونکہ روایات حی علی خیر العمل کا کسی کتاب مین بھی درج ہونا خود تعجب خیز ہے نہ عدم اندراج جسکے لئے ان علماء وقتاً فوقتاً احکام سلطانی جاری ہوتے رہے ۔ صحاح ستہ وسنن ومسانید کی حالت اب کسی پر مخفی نہین ہے کہ عمداً صحیح روایتونکو نکال کر انکی جگہ پر صدہا غلط وضعی روایتین بھر دی گئی ہین ۔ اور اسیواسطے ان کتابونکا نام صحیح رکھا ہے کہ نسل آیندہ بلا مزید تحقیقات قبول کر لین ۔

(۲) جن کتابون مین یہ روایتین موجود ہین وہ بھی تو سنن ومسانید مین داخل ہین مثل سنن بیہقی اور کتاب الاذان ابو الشیخ اور موطا امام محمد جنہون نے آپنے سب روایتین نقل کین ۔ اسکے علاوہ تشیید القواعد شمس الدین اصفہانی اور شرح تجرید علامہ قوشجی اور تلویح شرح صحیح بخاری اور انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون مین بھی یہ روایت موجود ہے ۔ اور یہ سب وہ کتابین ہین جنکی حدیث وحکم پر ہزارہا روایات صحاح ستہ ردی کر دی جاتی ہین پھر یہ روایتین کیون نہین قبول کیجاتین؟

(۳) جب اس حی علی خیر العمل کی نقل بھی انہی کتابون مین ثابت ہو گئی تو یہ کہنا "اگر یہ زیادتی اذان مین بلال کے ہوتی تو مثل الصلوۃ خیر من النوم کے اس زیادتی کی بھی نقل ہوتی" کیونکر درست رہ سکتا ہے ۔ حالانکہ کنز العمال مین صاف یہ روایت موجود ہے عن بلال

کان یوذن بالصبح فیقول حی علی خیر العمل - اور کتاب الغایہ شرح الہدایہ مین بھی یہ روایت موجود ہی -

(۴) تعجب ہے کہ آپ بیہقی کی روایت بھی نقل کرتے ہین اور پھر یہ قول کہ اسکی روایت ثابت نہین نہین معلوم دونون مین کونسا جملہ صحیح ہے -

(۵) زیلعی نے اگر کشف رجال کا حکم دیا ہی تو اوسکی تعمیل کرنا چاہیے نہ یہ کہ بلا کشف ایکطرفہ حکم صادر کر دیا جائے -

(۶) جبکہ بہت سی روایتون مین صاف صاف موجود ہے - کہ حضرت عبد اللہ بن عمر گاہے گاہے اذان مین یہ جملہ فرمایا کرتے تو آپکا یہ لکھنا کہ ابن عمر نے کبھی نہ کہا کیونکر درست ہو سکتا ہے -

(۷) یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ دوسرے صحابی سے منقول نہین کیونکہ بروایت ابن حزم ابو امامہ بھی اذان مین حی علی خیر العمل کہا کرتے جو صحابی تھے - اور خود بلال نے اس جملہ سے اذان دی - اور حضرت امام زین العابدین بھی حی علی خیر العمل کہتے تھے جسکے نسبت فرمایا کرتے یہی اذان اول ہی - یہ سب روایتین آپ ہی کے یہان کی ہین نہ کسی دوسرے فریق کی - پس گو حضرت امام زین العابدین صحابی نہ تھے مگر تابعین سے تو ہین جنکا قول مقبول ہی -

(۸) حرام نہ جاننا اور مکروہ جاننا بھی بیقاعدہ ہے - کیونکہ حرمت پر تو حضرت فاروق کے قول کو آپ سند آمیش کر سکتے ہین بخلاف کراہت کے جسکی سند نہ آپ قول خدا و رسول سے لا سکتے ہین نہ قول صحابی سے صرف نووی کے قول سے کہا ہو سکتا ہی جو ایک معمولی درجہ کے عالم تھے -

اگرچہ یہ مسئلہ اوس قبیل سے ہے کہ فریقین کے مناظرہ مین اس سے بحث کی گئی ہی اور آئندہ معلوم ہوگا کہ بحیثیت عمل بھی اس جملہ پر بہت سی خونریزیان ہوئین کیونکہ یہ جملہ خاص فرقہ ہونے کی علامت قرار پائی ہے مگر ہمکو بحیثیت مورخ یہان اسیقدر لکھنا کافی ہے - کہ اس اختلاف فریقین کی بنیاد اوسی وقت سے قرار پائی جبکہ خلیفہ دوم نے فرمایا یہ تین چیزین عہد رسول مین جاری تھین اب مین اونکو حرام کرتا ہون متعہ النسا متعہ الحج - حی علی خیر العمل -

اس جملہ کی خوبی اور معنی خیر ہوتا اپنے اوس سبب کو بھی ڈھونڈھتا ہے جس سے خلیفہ دوم نے اس جملہ [illegible]

کیونکہ خم غدیر مین رسول اللہ نے جب حضرت علی کو اپنا جانشین کرنا چاہا۔ تو بحکم رسولؐ بلال موذن نے
اسی جملے سے سبکو ندا دی تھی کہ حی علی خیر العمل کہ بہترین عمل پر آمادہ ہو جاو جس سے معلوم ہوا یہ جملہ اذان
مین اوس واقعہ کا یاد دلانے والا ہے جسکے مٹانے کی کوشش اوسکے فریق مخالف پر لازم ہے۔ اسیوجہ
اس جملے کی تبدیلی ایک ایسے جملے سے کی گئی جس سے وہ جملہ بالکل محو سہو ہو جائے۔ (حبیب السیر ملاحظہ ہو)

ساتوان تغیر

یہ ہے کہ جناب خلیفۂ دوم نے اذان صبح مین کلمۂ الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا جیسا کہ موطا
امام مالک مین ہے کہ موذن آیا عمر کے پاس تاکہ نماز کے لیے پکارے۔ موذن نے اونکو سوتا پاکر کہا الصلوٰۃ
خیر من النوم اسپر حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس جملے کو داخل اذان صبح کرو۔ تحقیق عجیب ص۳
اسی روایت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مذہب فاروقی مین داخل کیا ہے اور مشکوٰۃ وغیرہ
مین بھی یہی روایت کی گئی ہے یہانتک کہ خود حضرت عمر نے اسکو لفظ بدعت و احداث سے بھی یاد کیا ہے
کنز العمال مین ہے۔ عن ابن جریج قال اخبرنی عمر بن حفص ان سعدا اول
من قال الصلوٰۃ خیر من النوم فی خلافۃ عمر فقال عمر بدعۃ ثم ترکہ فان
بلالا لم یوذن لعمر۔ ایضا عن ابن جریج قال اخبرنی حسن بن مسلم ان
رجلا سال طاوسا متی قیل الصلوٰۃ خیر من النوم۔ فقال طاوس اما
انہا لم یقل علی عہد رسول اللہ ولکن بلالا قد سمعہا فی زمان ابی بکر
بعد وفاۃ رسول اللہ یقولہا رجل غیر موذن فاخذہا منہ فاذن
بہا فلم یمکث ابوبکر الا قلیلا حتی اذا کان عمر فقال لو نہینا بلالا
عن ہذا الذی احدث وکانہ نسیہ فاذن بہ الناس حتی الیوم
پہلی روایت یہ ہے ابن جریج سے کہ سعد اول شخص ہین جسنے اذان مین کہا الصلوٰۃ خیر
من النوم بزمانہ خلافت عمر اوسپر خلیفہ نے کہا یہ تو بدعت ہی پس ترک کیا کیونکہ بلال نے کبھی بزمانہ
عمر اذان نہین کہی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ کسی نے طاوس سے پوچھا الصلوٰۃ خیر
من النوم کی کب سے ابتدا ہوئی۔ تو جواب دیا کہ بزمانہ رسالتمآب تو ہرگز یہ جملہ نہین کہا گیا مگر بزمانہ

شروع کیا۔ زمانہ ابوبکر تو قلیل تھا۔ عمر جب خلیفہ ہوئے تو کہا کاش ہم منع کرتے بلال کو اس جملہ سے جو نو احداث ہے۔ مگر شاید بھول گئے جسکے بعد سے یہ جملہ آجتک جاری رہا۔

ان روایتون کے ایجاد کی غرض صرف اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ کسیطرح حضرت بلال کی زبانی اس جملہ کا داخل اذان ہونا ثابت کرین۔ گو بعد وفات رسول اللہ ہی کیون نہو۔ مگر اس مقصد مین کامیابی اسوجہ سے نہین ہوسکتی کہ تمامی محدثین و مورخین نے بیان کیا ہے بلال نے کسی خلیفہ کے زمانہ مین اذان نہین کہی تو اس جملہ کی نسبت اونکی طرف کیونکر ہوسکتی ہے۔

تب اسپر ترقی کی گئی کہ الصلوۃ خیر من النوم کی اجازت خود حضرت رسول اللہ کیطرف منسوب کردی۔ چنانچہ طبرانی ابو الشیخ ابن ماجہ ابن ابی شیبہ وغیرہ اسی انداز کی روایتین بیان کرتے ہین کہ بلال نے یا سعد نے حضرت کو وقت صبح عالم خواب مین پاکر یہ جملہ کہا جسپر حضرت نے فرمایا کیا خوب یہ جملہ ہے اے بلال اسکو اذان مین داخل کردو۔ اسی جملہ سے صاحب بحر الرائق اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ یہ زیادتی مستحب ہے۔!

ان روایتون مین جب کچھ گڑبڑ دیکھا تو امام نسائی نے یہ حدیث نکالی کہ ابو محذورہ کہتے ہین ہم جو اذان دیتے تھے رسول اللہ کے وقت مین تو صبح کی اذان مین حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے اور ابوداود نے تو خود رسول کے تعلیم کی روایت پیش کی ہے کہ حضرت نے اسیطرح تعلیم دی تھی کہ صبح اذان مین الصلوۃ خیر من النوم کہا کرے

ان روایتون کی ضرورت شاید اس سبب سے پیدا ہوئی کہ بلال والی سابق روایت کو امام بیہقی نے مرسل قرار دیا ہے۔ اور شیخ تقی الدین اسکے راویون کی یہ دعوی کرتے ہین کہ وہ مسلمان نہ تھے تو وہ مجہول ہوئے ؎

یہ سب بندشین گو ایک گونہ مطمئن کرنیوالی تھین کہ اس بندوبست سے یہ جملہ بھی اذان مین بحکم رسول داخل ہوتا ہے مگر موطا امام مالک والی روایت جو شروع مین لکھی گئی ہے ان سب خس و خاشاک پر چونکہ آتش سوزان کا کام دیتی تھی۔ لہذا عجب طرح کی کھلبلی پیدا ہوئی کیونکہ اسکی عظمت و جلالت صحاح ستہ سے بھی بڑھکر ہے جس سے نہ اسکے غیر معتمد ہونیکا حیلہ چل سکتا ہے۔ نہ اور کوئی ترکیب۔ لہذا مولوی عبدالحی صاحب فرماتے ہین ‹‹ اگر تحقیق ان

روایتوں سے کوئی شبہہ پیدا ہو کہ روایت امام مالک کی معارض ہے تو ہم جواب دینگے کہ حضرت
عمر کا یہ کلام ابتدائی حکم نہ تہا۔ بلکہ رسول اللہ سے سن چکے تھے تو اب حضرت عمر کو یہ ضرور معلوم ہوا کہ
یہ جملہ غیر موقع میں کیوں کہا جائے بلکہ اذان میں داخل کیا جائے یہی جواب دیا ہے طیبی نے ،،
علامہ طیبی نے تین جواب اور دئے ہیں جنکو مولوی عبدالحی صاحب درست نہیں جانتے۔
ایک یہ کہ شاید عمر کا اس جملہ کو اذان میں داخل کرنیکا حکم منجملہ موافقات کے ہو یعنی اون باتوں
سے ہو جنمیں اکثر حضرت عمر نے خدا اور رسول سے یا خدا اور رسول نے حضرت عمر سے موافقت کی ہے۔
اسپر مولوی عبدالحی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ یہ جواب مردود ہے کیونکہ توارد میں اتحاد وقت
ضروری ہے۔ اور اس روایت میں تو یہ بیان ہے کہ بزمانہ خلافت عمر یہ واقعہ پیش آیا کہ موذن نے
آکر الصلوۃ خیر من النوم کہا پھر توارد کیونکر ہو سکتا ہے ؟
دوسرے یہ کہ شاید عمر کو روایت ابو محذورہ نہ پہونچی تھی لہذا عمر نے اپنے اجتہاد سے حکم دیا مگر بعد کو
انکا اجتہاد اور نص رسول مطابق ہو گیا۔
تیسرے یہ بھی احتمال ہے کہ عمر نے سنا ہو مگر بھول گئے ہوں بسبب نیند میں آکر موذن نے چونکایا اور یہ
یہ جملہ کہا تو عمر کو یاد پڑ گیا کہ یہ جملہ تو جزو اذان تھا لہذا حکم دیا کہ داخل اذان کیا جائے۔
اسپر مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں احتمال بھی بعید ہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ
یہ جملہ عہد نبوی میں متروک ہو چکا تھا اور بعد وفات بھی حضرت کے یہ جملہ متروک رہا حالانکہ ایسا
نہیں ہے۔
اس تقریر کی حقیقت کہانتک راستی کا پیرایہ رکھتی ہے۔ روایات صدر سے ظاہر ہے کیونکہ ابھی
کنز العمال کی روایت سے معلوم ہوا کہ خود خلیفہ دوم نے اسکو بدعت کا لقب دیا ہے۔ اور طاوس
والی روایت میں تو صاف صاف مرقوم ہے کہ عہد رسول میں کسی نے یہ جملہ نہیں سنا تہا۔
یہی سبب ہے کہ صحیح مسلم میں جو روایت اذان مسنون کی خود خلیفہ دوم سے منقول ہے اوسمیں اس
جملہ کا وجود نہیں بلکہ امام بیہقی لکھتے ہیں کہ کسیطرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ جملہ اذان مسنون میں داخل ہو
بلکہ تلویح شرح صحیح بخاری میں محمد بن حسن کا قول لکھا ہے کہ تثویب دراصل اذان واقامت
[illegible] داخل اذان کر دیا کیونکہ تثویب

قدیم یہ تھا کہ بعد اذان الصّلوۃ خیر من النوم کہا کرین مگر لوگون نے اب اوسکو داخل اذان کردیا اور موطا محمد بن حسن مین بھی یہی مضمون ہے کہ اصل مین بعد فراغ اذان الصلوۃ خیر من النوم کی ندا دیجاتی تھی لوگونکے جگانے کے لیئے نہ یہ کہ اذان مین داخل کرین

اس مضمون کی تین روائتین مولوی عبدالحی صاحب نے بھی دوسری کتابون سے جمع کی ہین اور اونکو قبول کیا ہے۔

(۱) بنایہ شرح ہدایہ مین ہے کہ مصنف نے تثویب قدیم کو نہین بیان کیا۔ اور اصل مین تثویب یہ ہے کہ بعد اذان صبح کہین الصّلوۃ خیر من النوم دو مرتبہ

(۲) محیط مین ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ الصلوۃ خیر من النوم کو بعد اذان کہین نہ اصل اذان مین۔ اور یہی مختار ابوبکر بن فضل بخاری ہے

صـ۳

(۳) کافی مین ہے کہ تثویب قدیم یہ تھا کہ الصلوۃ خیر من النوم کہا جا بعد اذان کے دیکھو تحقیق عجیب مولوی عبدالحی صاحب نے شرح وقایہ مین بھی امام محمد کا ایک قول ایسا ہی نقل کیا ہے صفحہ ۱۶۵

ان روایتون پر اگرچہ آجکل عمل نہین ہے۔ مگر اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ جزو اذان بحکم رسول اللہ نہین تھا۔ بلکہ جسطرح اپنے عہد مین خلیفہ دوم نے باختیار خود اسکو جزو اذان بنانا چاہا تھا اوسیطرح امام ابوحنیفہ صاحب نے باجتہاد خود اسکا اجرا بعد اذان رکھا تاکہ اذان بھی اپنی حد پر کچھ باقی رہے اور حکم خلیفہ بھی معطل نہو بعد اونکے دیگر علمانے اوسی طریقہ کو پسند کیا جو عہد سیّم مین قائم کیا گیا تھا۔

ہان جن مقدس علمانے اسکی کوشش کی ہے کہ کسیطرح اس جملہ کو سنت نبوی قرار دین جن مین مولوی عبدالحی صاحب بھی داخل ہین وہ ایک ایسی خطرناک حالت مین ہین کہ کسیطرح سے مستحق انعام نہین رہتے نہ قابل قدر۔ کیونکہ نہ اونہون نے خدا اور رسول کو راضی کیا جو کسیطرح اسکے مجوز نہین نہ خلیفہ کو جنسے اس قسم کے دینی اختیارات سلب کیئے۔ حالانکہ وہ باختیار خاص اسکے موجد تھے اور نہایت آزادی سے اوسکو بدعت بھی فرماتے جیسا کہ تراویح کے بارے مین بھی نعمت البدعۃ کا لقب دے چکے ہین۔ نہ اونہون نے امام اعظم کو راضی کیا جو اسکو بعد اذان مناسب سمجھتے ہین نہ جزو اذان۔ البتہ متاخرین علما کی یہ قدرشناسی بہت ہی قابل قدر ہے کہ وہ اوس نتیجہ پر پہونچ گئے جو امام مذہب اور خلیفہ کے منصب مین فارق ہے کہ بمقابلہ حکم خلیفہ دوم کسی عالم مابعد کا حکم کوئی وزن نہین رکھتا

اسلیے بمخالفت امام اعظم اس جملہ کو داخل اذان قرار دیا نہ خارج اوس سے جسکے لیے یہ کارروائی بھی نہایت مناسب ہوئی کہ خود امام اعظم کے بعض فتوی بھی اس بارہ مین نکال رکھے جو آڑے وقت بہت کام دیگا کہ ہم کسیطرح امام اعظم کی مخالفت نہین کرتے۔

مگر سب سے زیادہ حیرت خیز یہ امر ہے کہ جسطرح امام اعظم کے متناقض فتوی اس مادہ مین پیش کیے جاتے ہین اوسیطرح خلیفۂ دوم کے بھی تو متناقض حکم اس مادہ مین موجود ہین کیونکہ کنز العمال کی روایتون سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خلیفۂ دوم نے اسکو منع کرنا چاہا مگر شاید بھول گئے۔ پھر کیا دائی ہوا جو ایک حکم پر عمل کیا گیا اور دوسرا حکم متروک قرار پایا۔

اسی تناقض کے حکم مین وہ سب روایتین بھی داخل ہین جنمین یہ کوششین کی گئی ہین کہ کسیطرح اس سلسلہ کو رسول اللہ تک پہونچا دین جو ایک امر ناممکن کی کوشش تھی۔

یہی باعث ہے کہ آگے چلکر یہی دونون جملے "حی علی خیر العمل" اور "الصلوٰۃ خیر من النوم" بہت بھاری پالٹکیش جملے قرار پائے جس سے صدہا نہین بلکہ ہزارون بنی نوع انسانی کا خون ہوا۔ اور عام خونریزی کے طوفان مین اسنے باد تند کا کام دیا جسکی تفصیل آیندہ مذکور ہوگی۔

یہان سے مولوی عبد الحی صاحب کا وہ شبہہ دفع ہوگیا جو دربارہ حی علی خیر العمل فرمایا تھا کہ صحاح و مسانید وغیرہ مین یہ جملہ کیون نہین درج ہوا؟ کیونکہ یہی اعتراض اس جملہ الصلوۃ خیر من النوم پر بھی وارد ہوتا ہے جو صحیح مسلم کی اذان مین بھی نہین مذکور ہے حالانکہ خود حضرت عمر سے یہ روایت لیگئی ہے اور وہی اس جملے کے موجد و مروج ہین۔

تیسرا دورہ خلافت

جسطرح جملہ اصول سیاست مدن و قواعد تمدن سلطنت عرب مین بدنام ہی اوسیطرح احکام شریعت و قوانین ملت مین بہت کچھ مشہور انام ہی پھر یہ مسئلہ اذان ہی کیونکر اس انقلاب سے محفوظ رہ سکتا تھا

آٹھوان تغیر

یہ ہوا کہ خلیفۂ سوم نے ان تغیرات کو غیر کافی سمجھکر یہ اضافہ کیا۔ کہ نماز جمعہ کیلیے جو قدیم الایام سے ایک [illegible]

یہ قول حضرت عثمان کا بلا اختلاف اونکے اولیات مین داخل کیا گیا ہے جسکے لیے میری نظر سے ابھی
تک کوئی ایسی روایت نہین گذری جسمین یہ لکھا گیا ہو کہ عہد رسول مین بھی کبھی ایسا ہوا ہو
جیسا کہ سابق والے تقریرات مین اس قسم کا اشتباہ ڈالا گیا ہے اور متناقض روایتین بنائی گئین
جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایک ہی مضمون والی روایت صحیح ہوگی اور دوسری وضعی ہی
کیونکہ اس خلافت کے اس قسم کے واقعات اس کثرت سے ہین کہ بات بنانیوالے بھی تھک گئے۔

باینہمہ یہ اذان قبول کر لی گئی اور احکام فقہی مین اسکا حکم نافذ کر دیا گیا چنانچہ ہدایہ و شرح وقایہ
وغیرہ کتب فقہیہ حنفیہ مین بتصریح تمام اسکے احکام مذکور ہین جسپر عمل کیا جاتا ہے۔ اور تمام جاری
وساری ہے گو علماء اہلحدیث اوسکو ناجائز تصور کرین۔

مولوی عبدالحی صاحب شرح وقایہ مین لکھتے ہین اپنے مذہب کی ایک مستند کتاب فن حدیث
سنن ابوداؤد سے۔ کہ عہد رسول اللہ سے تا زمانہ شیخین اذان جمعہ کا یہ قاعدہ تھا کہ امام
جب منبر پر بغرض خطبہ جائے اوسوقت اذان شروع کیجائے مگر عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ مین
ایک تیسری اذان[1] کی ایجاد کی جو زورا (ایک بازار مدینہ کا نام ہے) مین دیجاتی دوسری
روایت بھی اسی مضمون کی ہے کہ جب رسول اللہ منبر پر بیٹھتے تو دروازہ مسجد پر ایک ہی اذان
دیجاتی اور زمانہ شیخین تک یہی جاری رہا تیسری روایت مین بھی یہی مضمون ہے مگر اسقدر
فرق ہے کہ حضرت کے زمانہ مین دروازہ مسجد پر نہین اذان دیجاتی تھی بلکہ مینار پر۔ اور عثمان نے
اپنے زمانہ مین ایک دوسری اذان ایجاد کی جو بمقام (زورا) دیجاتی یہ سلسلہ دوسری
اذان کا ہشام بن عبدالملک تک یون ہی جاری رہا مگر ہشام نے اپنے زمانہ خلافت مین اسپر یہ
اضافہ کیا کہ بازار مدینہ والی اذان کو موقوف کر کے اوسکو مینار مسجد پر قائم کیا جسکا موذن ایک ہی

---

[1] فرقہ شیعہ مین بلا اختلاف یہی قاعدہ جاری ہے کہ نماز جمعہ مین جب خطیب بالائے منبر جاتا ہے تو اذان دیجاتی
ہے اسکے بعد پھر کوئی اذان نہین ہوتی اور اسکی تیسری ہونے کی وجہ ہے ویعبر عنہ تارۃً
بالاذان الثالث لان النبی صلعم شرع للصلوۃ اذانا و اقامۃ فالزیادۃ ثالث او مع صلوۃ الصبح وتارۃً
بالاذان الثانی والوجہ واضح وجوما یقع ثانیاً بالزمان اوما لم یکن بین یدی الخطیب لانہ الثانی باعتبار
الاحداث سواء وقع اولا بالزمان او ثانیاً ۱۲ حاشیہ شرح وقایہ ۱۲

شخص ہوتا تھا۔

اور جو دوسری اذان عہد رسول اللہؐ سے جاری تھی اوسمیں یہ اضافہ کیا کہ پہلے تین آدمی ملکر اذان دیتے تھے۔ اب بہت سے موذنوں کو اوسمیں شامل کر دیا۔ دیکھو شرح وقایہ صفحہ ۱۷۲

مگر کتاب ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اذانوں کو مجمع کثیر کے ساتھ ہونا چاہیے بلا تفریق اسکے کہ کس اذان میں کتنی تعداد ہونی چاہیے۔ واذا اذن المؤذنون الاذان الاول واذا صعد الامام المنبر وجلس واذن المؤذنون بین یدی المنبر صفحہ ۱۵۱

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو جماعت کثیرہ ملکر انجام دیں۔ یہ اختراع شاید بہ اجتہاد امام اعظم ہے۔ ورنہ ہشام نے تو صرف دوسری ہی اذان میں افراد کثیرہ موذنین کا اضافہ کیا تھا۔ اسی وجہ سے علامہ رملی فرماتے ہیں کہ یہ اذان (مجمع والی) جو ہمارے دیار میں بہ اذان جوق مشہور ہے اسکے باب میں کوئی نص نہیں ملتی۔ شافعی کہتے ہیں اس مجمع والی اذان کو خطیب کے روبرو ہونا چاہیے۔ اسکے استحباب وکراہت میں بھی اختلاف کیا گیا ہے صاحب ہدایہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ نہیں ہے تو ہم کہینگے خطیب کے روبرو والی اذان بھی بدعت حسنہ ہوگی

اب دوسری اذان کے بارے میں سنئے جو عہد رسول کی بھی ایک اذان ہے۔ اسپر مولوی عبدالحی صاحب حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ خطبہ کا بالائے ممبر ہونا سنت قدیم ہے (۱) مگر یہ بدعت قبیحہ ہے جو بطور حادثہ جاری ہے کہ خطیب پہلے خطبہ کے بعد ممبر کے دوسرے زینہ پہ آجاتا ہے پھر جھک کر اوپر چڑھتا ہے جسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بدعت سئیہ ہے (۲) امام کا ممبر پر چڑھتے وقت سلام کرنا بھی بدعت ہے مگر بعض احادیث میں یہ حکم وارد ہے جسکو زیلعی وغیرہ نے بہ تفصیل لکھا ہے کہ ضعیف ہے (اگر صحیح وہ ہے جو مختار شیعہ ہے) (۳) امام ابوحنیفہ نے خطبہ کو فارسی میں پڑھنا جائز کہا ہے۔ مگر[^۲]

[^۱]: یہانپر وہ روایت یاد آجاتی ہے جو سورہ کوثر کی شان نزول میں اکثر تفاسیر بلکہ کتب تواریخ میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت رسول اللہ نے خواب میں دیکھا تھا ہمارے منبر پر کچھ بندر چڑھتے اور کودتے ہیں جسکی تعبیر تسلط بنی امیہ سے کی گئی ہے کہ جو لوگ اس قسم کی حرکتیں بالائے ممبر کرتے ہیں اونہیں لوگوں کے اتباع سے ہیں جنکے بارے میں وہ خواب دکھایا گیا

[^۲]: تعجب ہے کہ فقہ حنفی کے رو سے اللہ اکبر کا ترجمہ فارسی میں کر کے نماز میں کہنا جائز ہو اسیطرح دوسرے اذکار کا ترجمہ

مولوی صاحب سلیمان کیوں بیان فرماتے ہیں ۱۲

اولی ترک ہے) لسبب مخالفت رسول اللہ کے۔ (۴) مدینہ منورہ میں یہ بدعت جاری ہے کہ خطیب دوسرے خطبہ میں صلوات کہتے وقت داہنے بائیں منہ پھیرتے ہیں۔ چاہئے لوگوں کے روبرو چہرہ رہے (۵) بعض خطیب یہ بھی کرتے ہیں کہ خطبہ میں وارض عن عمی نبیک الحمزۃ والعباس پڑھاتے ہیں جو خطائے فاحش ہے (۶) یہ بدعت بھی کرتے ہیں کہ جب خطیب رسول اللہ کا یا اصحابہ کا نام لیتا ہے تو موذن صحابہ کے حق میں رضی اللہ عنہم کا غل مچاتے ہیں جو محض بدعت قبیحہ ہے (۷) یہ بھی بدعت جاری ہے کہ خطبہ ثانیہ میں یا درمیان میں دونوں خطبوں کے یا خطبہ اور نماز جمعہ کے درمیان میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ جو مکروہ ہے خطیب کو ممانعت لازم ہے۔ (۸) امام کے خطبہ شروع کرتے وقت سے تمامی نماز تک کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے دینی ہو یا دنیوی یہاں تک کہ اذان ثانی کی اجابت یا دعاء وسیلہ کا پڑھنا مگر مولوی عبد الحی صاحب نے اس آخری بدعت سے اس بنیاد پر اختلاف کیا ہے کہ معاویہ سے اس فعل کا ہونا ثابت ہے (دیکھو شرح ہدایہ محشی صفحہ ۱۵۲ شرح وقایہ صفحہ ۲)

یہاں پر دو بدعتیں حاشیہ شرح وقایہ سے بھی لکھتا ہوں جو بحشیہ مولوی عبد الحی صاحب چھپی ہے کہ عشرہ کی تعداد پوری ہو جائے (۹) سنت یہ تھا کہ لوگ خطیب کے روبرو بیٹھیں خواہ وہ داہنی طرف ہو یا بائیں طرف مگر رسم یہ جاری ہو گیا ہے کہ لوگ قبلہ رو بیٹھتے ہیں (۱۰) خطبہ میں عصا پر تکیہ کرنا سنت ہے مگر اس زمانہ کے خطیبوں نے یہ قاعدہ نکالا ہے کہ جسطرح نماز میں داخل سنت ہاتھ باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اسیطرح خطیب خطبہ کہتے وقت ہاتھ باندھ لیتے ہیں حالانکہ چاہیے کہ اگر عصا وغیرہ ہاتھ میں نہ ہو تو دونوں ہاتھ کھلے رہیں صفحہ ۱۴۷ شرح وقایہ (۱۱) یہ بھی بدعت ہے جو اکثر شہروں میں جاری ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان میں کہتے ہیں الصلوٰۃ الصلوٰۃ سنۃ رسول اللہ یہ جملہ استحسان متقدمین ومتاخرین دونوں سے خارج ہے شرح وقایہ صفحہ ۱۶۶ یہ کل کلام مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی کے رسائل وحواشی سے لیا گیا ہے۔

ان بدعتوں کے دیکھنے سے اچھی طرح اس حدیث کی تصدیق ہو جاتی ہے جو حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ کیونکہ آپنے دیکھا حضرت عثمان نے ایک بدعت قائم کی تھی

کہ دوسری اذان دو ہی اب اوسکے پیرؤں نے اسپر کسیقدر بدعتوں کی بھرمار کردی ہے
بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد - زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ یہی علت ہے کہ شارع اسلام نے
بدعتوں کے بارے میں اسقدر تاکید فرمائی ہے کہ خبردار خبردار تم کوئی بدعت نہ کرنا کہ ہر قسم کی بدعت
گمراہی ہے مگر حضرت کے بعد والے فرمارواؤں نے اسپر کچھ خیال نہ کیا اور اپنے دل سے ہزاروں
باتیں اس قسم کی پیدا کیں جو بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص نے نیا نیا
رواج قایم کرنا شروع کردیا جس سے اصلی سنت رسول اللہ (جیسا کہ مضمون حدیث بھی ہے کہ رواج
بدعت سے سنت محو ہوتی ہے) تو متروک ہوگئی اور ان بدعتوں نے اتنا رواج پایا کہ اب کسیطرح مٹائی
مٹ نہیں سکتیں

یہی سبب ہے کہ فرقہ اہل حدیث جو وہابی کہلاتے ہیں ہر چند اس بارے میں کوشش کر رہے ہیں مگر
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا آبائی رسم و رواج جسپر پشتہا پشت گذر گئی کسیطرح دفع نہیں ہوتی نہ حدیثیں مانی
جاتی ہیں نہ قرآن نہ اقوال آئمہ دین یہی سبب ہے کہ فرقہ شیعہ میں ابتدا سے یہ قید رکھی گئی ہے کہ
کسیطرح امور دینی میں نہ وہ روایتیں لیجائیں جو خاندان رسالت کے حلقہ سے خارج ہوں نہ
اُن احکام پر عمل کیا جاوے جو اس طریقہ سے باہر ہوں اگرچہ اوسکے جاری کرنے والے کیسے ہی لوگ
ہوں اسی کا اثر ہے کہ اس فرقہ کی اذان انکی نماز انکے کل افعال و اعمال مذہبی ایسے سادے
طور پر برتے جاتے ہیں کہ نہ اونمیں کوئی بدعت پائی جاتی ہے نہ کوئی امر خلاف شرع جسکی اصلاح
کی ضرورت اونکے علماء دین کو پڑے اور عوام و خواص میں جنگ قایم ہو کیونکہ انکے آئمہ اثنا عشر
علیہم السلام نے اسطرح انکی تعلیم کی ہے اور احکام شرعی کو سکھایا ہے کہ اسطرح کے اختلافات
کی گنجائش ہی نہ رہی -

نواں تغیر

بربناء اوس روایت کے ہے جو "السلام علیک یا امیر المومنین حی علی الصلوٰۃ حی علی
الفلاح" کی نسبت حضرت عثمان کیطرف کی گئی ہے - کہ اونکے حکم سے موذن بعد اذان کے
مکان خلیفہ پر آتا اور یہ ندا دیتا جو اسکے بعد خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے زمانتک

دسوان تغیر

یہ ہوا کہ حضرت عثمان کے زمانہ سے موذنون کا مشاہرہ مقرر ہوا - اسکے قبل اسکا کوئی دستور نہ تھا اسیوجہ سے اسکو اولیات حضرت عثمان میں شمار کیا ہے - دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۱ حالانکہ موذن کا مشاہرہ مقرر کرنا یا اوسکو اجرت دینا یا اُسکی اجرت لینا حکم رسول اللہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ سنن ابو داؤد میں ہے

عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول اللہ اجعلنی امام قومی قال انت امامھم واقتد باضعفھم و اتخذ موذنا لا یاخذ علی الاذان اجرا امام الکلام صفحہ ۱۰۱

عثمان بن ابی العاص کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کسی قوم کا امام بنا دیجیے تو حضرت نے فرمایا تو اون کا امام ہے - جو سب سے ضعیف ہو اوسکی پیروی کر اور اوس شخص کو موذن مقرر کرنا جو اذان کہنے پر اجرت مزدوری نہ لے -

اس حدیث سے بصراحت معلوم ہوا کہ اذان کی اجرت لینا یا دینا حضرت کی مرضی اور اجازت کے بالکل خلاف ہے - اور اگر حضرت عثمان نے اسکو نہ رائج کیا ہوتا تو آجتک شاید وہی سنت رسول اللہ قایم رہتی - اور یہ خرابیاں پیدا نہوتیں جو اس تعئین وظائف سے مسجدیں خراب اور غیر آباد رہتی ہیں - کیونکہ جب منجملہ مکاسب کے اذان کی اجرت بھی حلال و جائز ہو گئی تو ہر شخص کو اسکی خواہش ہونے لگی - جہاں مسجد کے متعلق کوئی وقف تھا یا بانی مسجد متمول تھا وہاں موذن مقرر ہوا اور جہاں یہ باتیں نہ ہوئیں وہ مسجدیں غیر آباد قرار پائیں اگرچہ شیخین کے خود بھی اذان نہ دینے سے اسکی وقعت میں بہت کمی ہو چکی تھی مگر موذنون کی رہی سہی عزت کو اس وظیفہ نے اور بھی کم کر دیا - کیونکہ عرب میں اس قسم کے وظائف ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھے جاتے ہیں -

اسی تعئین وظائف ہی کے نتائج سے وہ حکایتیں ہیں جو حمص و اہل حمص کے احوال میں مذکور ہیں کہ ایک سیاح نے دیکھا موذن اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں

ایک یہودی خدمت اذان پر مامور رہے جسنے پہلی ہی شرط کر لی تھی کہ میں جملہ نہ کہونگا جو میرے مذہب اور عقیدہ کے خلاف ہے۔

اس حدیث سے دوسرا فائدہ یہ نکلا کہ جو طریقہ شیعوں کے یہاں اجازۂ پیش نمازی کے بارے میں جاری ہے اوسکا مطابق سنت ہونا ثابت ہوا کیونکہ عثمان ابن ابی العاص نے حضرت سے اسکی خواہش کی کہ مجھے کسی قوم کا امام مقرر کیجیے۔ تو اب جو لوگ برخلاف اسکے اقتدا میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر کس و ناکس کی اقتدا کر لیتے ہیں وہ اس سنت رسول کے خلاف کرتے ہیں۔

اس خلافت میں جہاں بہت سی سنتیں بدلی ہیں وہاں عیدین کے خطبہ میں بھی تغیر ہوا کہ قبل از نماز خطبہ ہونے لگا حالانکہ اسکے قبل عہد رسول تک بلکہ اوسکے مابعد عیدین میں یہی دستور تھا کہ خطبہ بعد نماز ہوا کرتا تھا۔

اس خطبہ کے متعلق ایک یہ روایت بھی دیکھی گئی ہے کہ بعد حصول خلافت عثمان جب خطبہ کہنے منبر پر تشریف لیگئے تو اونکی زبان بند ہو گئی اور رعب چھا گیا جس سے کچھ خطبہ نہ کہہ سکے تب یہ کہکر منبر سے اوتر پڑے کہ ابوبکر و عمر اس کام کیلیے پہلے سے تیار ہو رہے تھے اب تمکو ایسے امام کی زیادہ ضرورت ہی جو بعدل و انصاف رفتار کرے بہ نسبت اسکے کہ وہ بڑا خطیب ہو اور آیندہ تمکو ویسے ہی خطبے سننے میں آئینگے۔"

خلافت جناب امیر المومنین علیہ السلام

اکثر مورخوں کے نزدیک جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ السلام کو ایک زمانہ دیا گیا ہے جسمیں انکی خلافت بعض ممالک اسلامیہ میں قبول کی گئی اسی وجہ سے ہمنے بھی حضرت کا نام لیا۔ مگر اس عہد کے حال میں کوئی ایسا امر نہ ملا جسکو کوئی متنفس بھی حضرت کے اولیات میں شمار کرے۔ کیونکہ حضرت کی خلافت کا زمانہ ابتدا سے انتہا تک اسی میں صرف ہوا کہ کسیطرح رسول اللہ کی مٹی ہوئی سنتیں اپنے اصلی مرکز پر آجاویں اور بدعتیں موقوف ہوں مگر چوبیس برس کی کارروائیاں ایسی ہلکی نہ تھیں کہ اس تین چار برس کی کوشش میں مٹ سکیں اسکے

یہ خلافت حالی آشوب بغاوت میں ختم ہوگئی اور کوئی بدعت نہ مٹ سکی۔

یہی سبب ہے کہ مجھے کوئی ایسا تاریخی واقعہ نہیں ملتا جس سے اذان کے متعلق کوئی نیا اضافہ معلوم ہو۔ اور اوسکے درج کرنے سے یہ رسالہ مزین کیا جائے۔ مورخوں نے اون احکامات کے چھپانے کی بھی کوشش کی جو حضرت خلفائے سابق کی جدید ترمیموں کے بارے میں جاری فرماتے تھے لہٰذا اور بھی کچھ نہیں مل سکتا کیونکہ روایات شیعہ میں اس قسم کے بہت سے مضامین ہیں مگر اونکا یہاں پر لکھنا اس رسالہ کے اصول مقررہ کے خلاف ہے۔

ہاں مگر مذہبی کتابیں جنمیں ہمارے خدا و رسول کے احکام لکھے جاتے ہیں ہمکو بتاتی ہیں کہ خود حضرت علی مرتضیٰ کا نام قرآن مجید میں اذان ہے جسکے بعد پھر زیادہ تفحص کی ضرورت نہیں رہتی۔ کتاب ینابیع المودۃ[1] میں ہے۔ وفی تفسیر قولہ تعالیٰ فاذن موذن بینہم یقول ان لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین وتفسیر واذان من اللّٰہ ورسولہ الحاکم ابو القاسم الحسکانی اخرج بسندہ عن محمد بن الحنفیۃ رضی اللّٰہ عنہ عن ابیہ علی کرم اللّٰہ وجہہ قال انا ذلک الموذن الحاکم بسندہ عن ابی صالح عنہما انہ قال علی رضی اللّٰہ عنہ فی کتاب اللّٰہ اسماء لی لا یعرفہا الناس منہا فاذن موذن بینہم یقول ان لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین ای الذی کذبوا بولایتی واستخفوا بحقی۔ وفی المناقب عن جابر الجعفی عن الباقر علیہ السلام قال خطب امیر المومنین صلوات اللّٰہ علیہ بالکوفۃ عند انصرافہ من النہروان وبلغہ ان معاویۃ بن ابی سفیان سبہ ویقتل اصحابہ فقام خطیبا الی ان قال وانا الموذن فی الدنیا والاخرۃ قال اللّٰہ عز وجل فاذن موذن بینہم یقول ان لعنۃ اللّٰہ

---

[1] اس کتاب کا نام ینابیع المودۃ لذی القربیٰ ہے۔ اور مصنف علام کا نام شیخ سلیمان حسنی حنفی نقشبندی قندوزی بلخی ہے معروف بخواجہ کلان جو سنہ ۱۲۲۰ھ میں متولد ہوئے اور سنہ ۱۲۹۴ھ میں بمقام قسطنطنیہ انتقال کیا۔ اس کتاب کی تصنیف حسب حکم سلطان عبدالعزیز خاں ہوئی جو سلطان روم تھے جتنی کتابیں فضائل و مناقب اہل بیت طہار میں علماء اہلسنت نے آجتک تصنیف کیں اون سبکا خلاصہ اسمیں درج ہے لہٰذا یہ کتاب بہایت وجہ معتبر و معتمد ہے ۱۲ راقم

علی الظالمین انا ذالک المؤذن فی الدنیا والآخرۃ وقال عز وجل واذان
من اللّٰہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر وانا ذالک الاذان
عن محمد بن الفضل عن احمد بن عمر الحلال عن ابی الحسن موسیٰ
علیہ السّلام قال المؤذن امیر المومنین علی صلوات اللّٰہ علیہ
یؤذن اذانا یسمع الخلایق والدلیل علی ذالک واذان من اللّٰہ
ورسولہ قال امیر المومنین انا ذالک الاذان - یعنی قرآن میں جو آیہ
فاذن موذن وارد ہے اس سے مراد علی بن ابی طالب ہیں جو کہینگے کہ لعنۃ اللّٰہ
علی الظالمین مراد ظالموں سے وہ لوگ ہیں جو تکذیب کرینگے آپکی ولایت کی اور استخفاف
کرینگے حضرت کے حق کا انپر دنیا و آخرت میں لعنت ہے - راوی اسکے امام حاکم ہیں اور ابو صالح
سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں میرے چند نام ہیں جنکو لوگ نہیں جانتے
اون ناموں سے ایک نام موذن ہے - اور جابر سے روایت ہے کہ جب حضرت علی نے جنگ
نہروان سے فراغت پائی اور اونکو یہ خبر پہونچی کہ معٰویہ بمقام شام حضرت کو گالی دیتا ہے
اور آپکے دوستوں کو قتل کرتا ہے تو آپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں وہ موذن ہوں دنیا آخرت
میں جسکی خبر دی خدا نے آیہ فاذن موذن میں کہ لعنت کرینگے ظالموں پر دنیا و آخرت میں
جیسا کہ خدا نے سورہ برات میں فرمایا اذان من اللّٰہ ورسولہ کہ میں ہی وہ اذان
ہوں - دوسری روایت میں بھی اسی آیہ سے سند لائی گئی ہے کہ وہ موذن جناب امیرؑ ہیں
جنکی آواز تمام خلائق سنیگی - جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ اذان من اللّٰہ کہ مراد اس سے علی علیہ السّلام
ہیں -
اس مضمون کی طرف سابقاً کچھ اشارہ ہوا ہے کہ سورہ برات لیکر پہلے شیخین تشریف فرما ہوئے تھے
مگر بموجب حکم خدا حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو اس کام پر متعین کیا اور آپنے جا کر شیخین سے سورہ برات
لے لیا اور مکہ جا کر اوس حکم کی تعمیل کی - شیخین راہ سے واپس آئے اور خدمت رسول میں
عرض کیا کیا کوئی آیہ میرے بارہ میں نازل ہوا ہے ؟ تو حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ حکم خدا تو
یہی نازل ہوا کہ اخر تعمیل کروں یا علی -

پس جب تصحیح کہ ان احادیث جلیلہ کے جناب امیر المومنین کا نام ہی قرآن میں اذان ہے تو اب اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا کہ حضرت کا نام مبارک کسطرح داخل اذان ہوا جسطرح مخالفین اسلام کو کوئی حق اسکا نہیں ہے کہ اشھد ان محمد ارسول اللہ کے جزو اذان ہونے پر معترض ہوں اوسیطرح مخالفین علی مرتضی کو بھی کوئی حق نہیں کہ اسپر معترض ہوں ۔

اس جملہ کا ذکر یہاں صرف اس غرض سے کیا گیا ہے کہ اس تاریخ میں آپکو آیندہ چلکر معلوم ہوگا کہ اسلامی سلطنت پر جملہ حیّ علی خیر العمل اور اشھد ان امیر المومنین علیا ولی اللہ نے کیا اثر ڈالا ہے اور کیسا کیسا خونی طوفان اسکی بدولت قائم ہوا جو آجتک ہماوقت وبالا کئے ہے ۔ مصر کی سلطنت و خلافت بغداد کو انہیں حملوں کے اختلاف باخود ہانے تباہ کیا ۔

دورہ خلافت رابعہ

جس معنی سے تین خلافتیں پہلے قایم ہوئیں اوس معنی سے چوتھی خلافت معاویہ بن ابو سفیان ہی کی ہو سکتی ہے کیونکہ اصول خلافت چار ہیں ۔ بیعت اہل حل و عقد ۔ استخلاف خلیفہ سابق جو عمر میں پایا گیا ۔ شوری جس سے عثمان خلیفہ ہوئے ۔ قہر و استیلا جس سے معاویہ کو خلافت ملی ۔ جس زور سے اوس زمانہ میں یہ خلافت قائم کی گئی ۔ آجتک اسکا وہی زور و شور رہا ۔ باغی خارجی کے خطاب دینے کے بعد بھی یہ خلافت حق مانی جاتی ہے ۔ ۲۰ برس تک اسی کا زور برائے نام کی ماتحتی میں تھا اور بیس برس بالاستقلال خلافت اسی ہاتھ میں رہی جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ شریعۃ محمدی پر اسکا کیا اثر پڑا ہوگا ۔

لہذا اس خلافت میں اذان کے متعلق چند تغیرات ہیں اور چند واقعات جنکو بالاجمال لکھتا ہوں

گیارہواں تغیر

یہ ہوا کہ معویہ نے حکم دیا موذن بعد اذان اوسکو یوں پکارے السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ کتاب الاوائل عسکری اور تاریخ الخلفا علامہ سیوطی میں ہے بذیل ذکر اولیات معاویہ واول من قیل لہ السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ یرحمک اللہ ص ۱۳۶

ص ۱۳۶ تاریخ الخلفا

یہ تغیر ... میں پیچھے ... مذکور ہوا کہ حضرت عمر و حضرت عثمان بھی اس میں حصہ دار ہیں
چوتھے حصہ دار اسکے مغیرہ بن شعبہ بھی ہیں کہ اونہون نے ایسا حکم دیا۔ مگر چنداں صحیح نہیں دیکھو تحقیق عجب صفحہ

بارہوان تغیر

سیرت حلبیہ میں ہے کہ سب سے پہلے معٰویہ نے اس کا حکم دیا کہ موذن درمیان اذان و اقامہ کے آکر یون کہے حی علے الصلوٰۃ کیونکہ رسول اللہ کے عہد میں یہ دستور رہا کہ موذن الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتا۔

مگر یہ تغیرات علحدہ علحدہ برابر مذاق محدثین ہیں۔ ورنہ تغیر نمبر ۹-۱۱-۱۲ ایک ہی معلوم ہوتا ہے جسکی ابتدا عہد خلیفۂ دوم سے ہوئی۔ بعد اونکے ہر خلیفہ نے اپنے اپنے عہد میں اسکی تجدید کی جسکو محدثون کے اختلاف نے اس حد تک پہونچایا۔

تیرہوان تغیر

عید کے لیے بھی اذان مقرر کی حالانکہ اسکے قبل عیدین میں صرف الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی ندا دیجاتی تھی سعید بن مسیب راوی ہیں کہ اول جسنے عید میں اذان کا احداث کیا وہ معاویہ ہے یہ اضافہ حقیقت میں کچھ بدنما نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نماز عید حال کی تحقیقات میں مسلمانون کا سالانہ کانفرنس ہے جس میں نزدیک پاس کے سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جنکو نماز کی عادت بھی نہیں ہے وہ بھی شریک ہو جاتے ہیں ایسی نماز کا بلا اذان رہنا بیشک برا معلوم ہوا ہوگا خصوصاً ایسے خلیفہ کو جو بتقریر و استقلال خلیفہ بنا۔ حضرت عثمان نے جو سفر حج میں بمقام منیٰ دو رکعتی نماز کو چو رکعتی بنایا اور صحابہ نے اعتراض کیا تو یہی جواب دیا کہ حج میں دور دراز ملکوں کے لوگ آتے ہیں اگر وہ خلیفہ کو دو رکعت نماز پڑہتے دیکھینگے تو ممکن ہے اونکو یہ شبہ پیدا ہو کہ اصل دو ہی رکعت ہے اسلیے میں نے چار رکعت کر دی۔ یہی (جواب معٰویہ بن ابو سفیان کیطرف بھی ہو سکتا ہے۔ جو ایک ہی خاندان کے دو ممبر ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ حکم رسول اللہ یونہی تھا کہ صرف الصلوٰۃ کی ندا دیجائے بجائے اذان کے مگر معٰویہ کے نزدیک یہ فروگذاشت قابل ترمیم قرار پائی لیکن افسوس کہ خود علماء اہل سنۃ نے بھی آیندہ

ان ... میں ... بدعت ... کا چلانا ذکر دیا

تاریخی حیثیت سے میں ابھی اسکے لئے تیار نہیں ہوں کہ بیان کروں کہ اس بدعت کی موقوفی کب ظہور پذیر ہوئی اور کیوں یہ بدعت موقوف ہوئی مگر قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے بنی عباس نے اپنے عہد حکومت میں اس بدعت کو موقوف کیا ہے

اگر حضرت عثمان بجائے اذان ثانی جمعہ اس اضافہ کے موجد ہوئے ہوتے اور عید کیلئے مقرر کرجاتے تو شاید اس ملت کے کسی متنفس کو اسمیں اختلاف نہوتا۔ حالانکہ قاعدہ سے اس سنت معٰویہ سے بھی اختلاف کرنا مناسب نہیں کیونکہ الصّحابۃ کلّھم عدول میں معویہ بھی داخل ہیں مورخوں نے حضرت عثمان کے اوس احداث تقدیم خطبہ عید میں معویہ و مروان کو بھی شریک کیا ہے مگر یہ اختلاف بلاوجہ ہے کیونکہ معویہ نے اور بھی ایسے اضافہ کیا ہے کہ جو خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا تھا اوسکو بیٹھکر پڑھنا رائج کیا کیونکہ اونکا جسم وشحم اور فربہی بلغ تھی اس سے کہ کھڑے ہو کر پڑھیں۔

یہاں مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ معویہ سے منبر پر بربنائے ایک ضرطہ صادر ہو گیا جسپر فورا یہ خطبہ انشا کیا۔ الحمد للّٰہ الّذی جعل خروج الریح راحۃ جسپر بعض حضار جلسہ نے کہا ولکن علی المنبر قباحۃ و وقاحۃ مگر مجھے ایسی گندہ باتوں سے نفرت ہے کیونکہ اسطرح کا واقعہ اورونکو بھی پیش آسکتا ہے جیسا کہ حضرت خلیفہ دوم کے حال میں لکھا ہے تو ایسے امور کو درج تواریخ کرنا عزت تاریخ کھونا ہے۔

معویہ درحقیقت اون خوش قسمت اور با اقبال خلفا میں شمار کیے جانیکے لائق ہیں کہ جنکے احکام مثل احکام خدا و رسول قبول کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ اوس زمانہ میں ہزارہا صحابہ و تابعین موجود تھے مگر معویہ تبدیل احکام شریعت میں ایسا دلیر تھا کہ بلالحاظ کسیکے جب چاہتا اور جو امر چاہتا کر گذرتا چنانچہ ایکدفعہ جب جنگ صفین کیلئے شام سے برآمد ہوا تو چہارشنبہ کے روز نماز جمعہ پڑھ دی اور سب نے اقتدا کی۔ دیکھو تاریخ کامل صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر۔

معٰویہ کے اولیات میں حافظ سیوطی نے عدد تکبیر کے کم کرنے کو بھی لکھا ہے مگر میں اوسکی تفصیل نہیں بیان کرسکتا کہ کونسی تکبیر و نمیں کمی کی کیونکہ نماز جنازہ میں چار تکبیروں کا قائم کرنا تو خلیفہ دوم کی طرف منسوب ہے شاید نماز و نکی تکبیریں مراد ہوں۔ جس سے یہاں بحث کرنا خارج از بحث ہے۔

۱۷ معویہ نے تو دربار خلافت میں اسطرح سلام کیا تھا السلام علیک یا رسول اللہ ۱۲ تاریخ کامل

اب ہم چند واقعہ اس اذان کے متعلق لکھتے ہیں جو بزمانہ معویہ واقع ہوئے - اور مورخوں نے بہت بچ بچاکر اونکو لکھا ہے -

پہلا واقعہ

المنهال بن عمرو ان معويه سال
الحسن ان يصعد المنبر وينتسب
فصعد فحمد الله واثنى عليه ثم
قال ايها الناس من عرفني فقد
عرفني ومن لم يعرفني فسابين
له نفسي بلدي مكة ومنى وانا
ابن المروة والصفا وانا ابن النبي
المصطفى وانا ابن من علا الجبال
الرواسي وانا ابن من كسا محاسن
وجهه الحيا انا ابن فاطمة سيدة
النسا انا ابن قليلات العيوب
نقيات الجيوب واذن المؤذن
فقال اشهد ان لا اله الا الله
واشهد ان محمدا رسول الله
فقال يا معويه محمد ابي ام ابوك
فان قلت ليس بابي فقد كفرت
وان قلت نعم فقد اقررت ثم قال
اصبحت قريش تفتخر على العرب
بان محمدا منها واصبحت العجم تعرف

منہال بن عمر راوی ہیں کہ معویہ نے امام حسنؑ
سے خواہش کی کہ منبر پر جاکر کچھ بیان کریں -
حضرت امام حسنؑ نے بعد حمد وثنا فرمایا جو مجھے
پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے جو نہ جانتا ہو اوسکو
میں بتاتا ہوں کہ میرا وطن مکہ و منی ہے -
اور میں فرزند صاحب مروہ وصفا ہوں -
میں فرزند نبی مصطفے ہوں - میں فرزند ہوں
فاطمہ سیدۃ النسا کا - میں فرزند ہوں اونکا
جو ہر عیب و نقص سے مبرا اور پاک و پاکیزہ
ہیں - ابھی حضرت کا خطبہ یہیں تک پہونچا تھا
کہ موذن نے اذان شروع کی جب اوسنے
اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا
تو جناب امام حسنؑ نے فرمایا اے معویہ بتا یہ
محمدؐ تیرے باپ ہیں یا میرے - اگر تو نے انکار
کیا اونکے میرے باپ ہونے سے تو کافر ہوا اور
اگر اقرار کیا تو قائل ہوا
تعجب ہے کہ قریش کو تو یہ فخر ہے کہ محمد ہمسے ہیں اور
عرب کو اسی وجہ سے عجم پر فخر ہے - اور عجم اسوجہ
سے فخر عرب کے معترف ہیں ہمارے حق کو لوگوں نے

حق العرب بان محمدا منها يطلبو	طلب کرتے ہیں۔ مگر ہمارا حق ہمکو نہیں
حقنا ولا يردون الينا حقنا	ملتا۔

اس خطبہ میں چند فقرے ایسے ہیں کہ اونکی شرح ضروری تھی مگر بخوف طول و ملال ناظرین اختصار کرتا ہوں آیندہ کسی موقع پر اسکی شرح کیجاویگی۔

اس قسم کی فرمایش معویہ نے جو امام حسنؑ سے کی اسکی اصلی وجہ یہ ہی کہ جناب امام حسنؑ باوجہ حسن اخلاق بہت کم سخن تھے عمرو عاص مغیرہ وغیرہ نے معویہ پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ مجمع عام میں امام حسنؑ کو قدرت کلام نہیں ہے۔ اسلیے اگر برملا خطبہ کہلوایا جائیگا تو انکا عجز تمام عالم پر ظاہر ہوگا اور سب جان جاوینگے کہ انمیں خلافت کی قابلیت نہیں تو یہ عیب کہ بزور خلافت لی ہے کچھ کم ہو جائیگا۔ اسیوجہ سے اکثر کتب تواریخ و کتب ادب میں حضرت کے ایسے خطبے منقول ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ عقل معویہ سے بہت مستبعد ہے کہ جناب امام حسنؑ سے اسکی فرمایش کرے کہ خطبہ کہیں۔ مگر اصلی غرض وہی تھی کہ لوگوں پر حضرت کی عاجزی ظاہر ہو کیونکہ قادر الکلامی بھی خلافت کے اعلی صفات سے ہے اور بالخصوص عرب میں تو یہ اعلی درجہ کا وصف مانا جاتا ہے۔

اس قسم کے خطبے اور واقعات اگر یہان مذکور ہوں تو کئی مجلد تیار ہوں کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ معویہ مغیرہ عتبہ وغیرہ نے مل کر کلام کیا ہے اور سب کا جواب امام نے دیا ہے۔ مگر صرف ایک خطبہ مختصر و کم از الاوراق سے لکھا جاتا ہے جو تفریح طبع کے لیے کافی ہے۔ کہ جناب امام حسنؑ نے کن مختصر الفاظ میں حق و باطل کا فیصلہ کیا ہے۔

ولما قدم معوية المدينة صعد	جب معاویہ مدینہ میں داخل ہوئے تو
المنبر فخطب ونال من علي رضي	منبر پر جا کے خوب گالیاں دیں جناب امیر
الله تعالى عنه فقام الحسن	و امام حسنؑ کو جسپر امام حسنؑ نے کھڑے ہو کر
فحمد الله واثنى عليه ثم قال	بعد حمد و صلوۃ فرمایا خدا نے جب کسی پیغمبر
ان الله عز وجل لم يبعث نبيا	کو بھیجا ہے تو اوسکے لیے بدکاروں سے
الا جعل له عدوا من المجرمين	ایک دشمن بھی بنایا پس میں فرزند علیؑ
فانا ابن علي وانت ابن صخر	ہوں اور تو فرزند صخر تیری ماں ہندہ

وجدتاك قبله وجدی خدیجه فلعن الله الامنا حسبا واخملنا ذکرا واعظمنا کفرا واشدنا نفاقا فصاح اهل المسجد امین امین فقطع معاویة خطبته ودخل منزله ۱۲ صفحه ۱۲۱

ہے میری [illegible] فاطمہ زہرا میری [illegible] ہے میری جدہ خدیجہ۔ اب خدا لعنت کرے اوسپر جو ہم دونوں میں سب سے زیادہ کم ہو نسب میں۔ اور مجہول الذکر ہو۔ اور کفر اور نفاق میں زیادہ ہو جسپر ہر طرف سے اہل مسجد نے آواز آمین بلند کی اور معٰویہ منبر چھوڑ کر گھر میں جا چھپا۔

دوسرا واقعہ

ودخل الحسین یوما علی یزید بن معویة مجلس یزید یفتخر ویقول نحن ونحن لنا من الفخر والشرف کذا وکذا والحسین ساکت فاذن المؤذن فلما قال اشهد ان محمد ارسول الله قال الحسین یا یزید جد من هذا فخجل یزید ولم یرد جوابا۔

مستطرف صفحہ ۱۲۱

یعنی ایک روز جناب امام حسینؑ کا ورود مجلس یزید بن معٰویہ میں ہوا تو یزید نے اپنے مفاخر بیان کرنے شروع کئے کہ ہم میں یہ فخر و شرف ہے ہم لوگ ایسے ہیں ویسے ہیں اور جناب امام حسینؑ خاموش تھے کہ موذن نے اذان شروع کی جب اشہد ان محمدؐا رسول اللہ کہا تو امام حسینؑ نے فرمایا اے یزید یہ محمدؐ کسکے جد ہیں جسپر یزید شرمندہ ہوا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

اس واقعہ کو خلافت معٰویہ سے اس وجہ سے تعلق ہے کہ جناب امام حسینؑ اور یزید کی ملاقات کا زمانہ ہوگی خلافت تھا۔ بعد فوت معٰویہ نہ امام حسینؑ شام میں تشریف لے گئے نہ یزید مدینہ آیا جو ملاقات ہوتی چنانچہ موید اسکا وہ واقعہ بھی ہے جو تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جب یزید ہمراہی اپنے باپ معٰویہ کے وارد مدینہ ہوا تو ایک روز امام حسینؑ اور ابن عباس بغرض ملاقات تشریف لائے اوسوقت یزید مشغول شرابخواری تھا لوگوں نے کہا کہ اگر ابن عباس آئینگے تو بوے شراب پہچان لینگے لہذا جناب امام حسینؑ تنہا بلائے گئے۔ شراب کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی حضرت نے پوچھا

یہ خوشبو کس چیز کی ہے تو یزید نے جواب دیا یہ عطر ہے جو شام میں بنتا ہے بعدہ ایک پیالہ شراب کا طلب کیا اور پی گیا اور دوسرا پیالہ طلب کیا فقال اسق ابا عبد اللّٰہ فقال لہ الحسین علیک شرابک ایہا المرء لا عین علیک منی فقال یزید لعنہ اللّٰہ

الا یا صاح للعجب ۔ دعوتک ذا ولم تجب
الی القینات والشہوات ۔ والصہباء والطرب
وباطنہ مکللۃ ۔ علیہا سادۃ العرب
وفیہن التی تبلت ۔ فوادک ثم لم تتب

فنہض الحسینؑ وقال بل فوادک یا ابن معویۃ یعنی کہا ابو عبد اللہ (امام حسینؑ) کو پلاؤ۔ تو حضرت نے فرمایا مجھیر تیرا جادو نہیں چل سکتا اسپر یزید نے چند اشعار کہے کہ ہمنے تمہاری دعوت کی شراب و مغنیون کی طرف مگر تم انکار کرتے ہو امام حسینؑ وہان سے اوٹھکر چلے آئے۔

تیسرا واقعہ

تاریخ مروج الذہب مسعودی میں ہے۔ وفی سنۃ اثنی عشرۃ ومائتین نادی منادی المامون برئت الذمہ من احد من الناس ذکر معاویہ بخیر او قدمہ علی احد من اصحاب رسول اللّٰہ وتکلم فی اشیاء من التلاوۃ انہا مخلوقۃ وغیر ذلک وتنازع الناس فی السبب الذی من اجلہ امر بالنداء فی امر معاویۃ فقیل فی ذلک اقاویل منہا ان بعض سمارہ حدث بحدیث عن مطرف بن المغیرۃ بن شعبۃ الثقفی وقد

خلیفہ مامون رشید نے ۲۱۲ھ مین منادی کرائی کہ اوس شخص کو امان نہیں ہے جو معاویہ کو بخیر و خوبی یاد کرے یا کسی صحابی پر اوسکی فضیلت کا قائل ہو جسکی وجہین مختلف بیان کی گئی ہیں منجملہ اونکے ایک وجہ یہ ہے کہ بعض مصاحبین مامون رشید نے خبر دی کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے اور زبیر بن بکار نے بھی اپنی کتاب موفقیات میں اسکو لکھا ہے کہ مطرف کا بیان ہے میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ ایک دفعہ معویہ کے دربار میں پہونچا مغیرہ کو چونکہ دوستی تھی معویہ سے

ذكر هذا الخبر ابن بكار في كتابه
الاخبار المعروفة بالموفقيات
التي صنفها للموفق وهو ابن الزبير
قال سمعت المدائني يقول قال
مطرف بن المغيرة بن شعبة وفدت
مع ابي المغيرة الى معاوية فكان
ابي ياتيه يتحدث عنده ثم ينصرف
الي فيذكر عقله ويعجب مما
يرى منه اذ جاء ذات ليلة
فامسك عن العشاء فرايته
مغتما فانتظرته ساعة وظننت
انه لشيء حدث فينا او في عملنا
فقلت له مالي اراك مغتما منذ
الليلة قال يا بني اني جئت من
عند اخبث الناس قلت له وما ذا
قال قلت له وقد خلوت به
انك قد بلغت سنا يا امير المؤمنين
فلو اظهرت عدلا وبسطت خيرا
فانك قد كبرت ولو نظرت
الى اخوتك من بني هاشم
فوصلت ارحامهم فوالله
ما عندهم اليوم شيء تخافه
فقال لي هيهات هيهات ملك

اسکے اوسکی آمد ورفت برابر وہاں
رہتی تھی اور ہمیشہ اوسکی مدح وثنا
کرتا اور اوسکی عقل وتدبیر کی تعریفیں
کرتا - ایک رات جو معٰویہ کے پاس
سے آیا تو نہایت ہی مغموم ومحزون تھا
کہ مارے رنج کے کھانا بھی نہ کھایا -
مجھے گمان ہوا کہ شاید کسی قسم کا
مواخذہ مال ودولت کے متعلق ہو
جس سے مغیرہ کو اسقدر رنج ہے
(کیونکہ مغیرہ منجانب معٰویہ کوفہ وغیرہ
کا حاکم بھی تھا) آخر میں نے پوچھا کہ آج
آپ کو کس بات کا اس قدر غم ہے
تو جواب دیا کہ اسوقت میں خبیث ترین
مردم کے نزدیک سے آتا ہوں (یہ لفظ
بحق معٰویہ کہا گیا ہے) میں نے پوچھا آخر کیا
ہوا - کہا آج میں نے تخلیہ میں معٰویہ سے کہا کہ تیری
کل آرزوئیں پوری ہوگئیں اب تو رحم
کرنا چاہیے کیونکہ سن تیرا زیادہ ہو اسلئے
برادران بنی ہاشم پر نظر کرو - اور
حق صلہ رحم ادا کرو کہ قسم بخدا اب انکے
پاس کچھ نہیں رہا جس سے تجھے خوف ہو
معاویہ نے جواب دیا افسوس افسوس
اخ تیم (ابوبکر) نے بادشاہی کی اور عدل

اخویتم فعدل وفعل مافعل
فواللہ ماعدا اہلک فہلک
ذکرہ الا ان یقول قائل أبو بکر
ثم ملک أخو عدی فاجتہد و
شمر عشر سنین فواللہ ماعدا
ان ہلک فہلک ذکرہ الا ان
یقول قائل عمر ثم ملک اخونا
عثمان فملک رجل لم یکن احد
فی مثل نسبہ فعمل ماعمل وعمل
بہ فواللہ ماعدا ان ہلک فہلک
ذکرہ وذکر مافعل وأخاہا شم
یصرخ بہ فی کل یوم خمس مرات
اشہد ان محمد رسول اللہ فای
عمل یبقی مع ھذا لا ام لک واللہ
الا دفنا دفنا و ان المامون لما
سمع ھذا الخبر بعثہ ذلک علی
ان یامر بالنداء علی حسب ما
وصفنا و انشئت الکتب الے
الافاق بلعنہ علی المنابر فاعظم
الناس ذلک واکبروہ و
اضطربت العامۃ فاشیر علیہ
بترک ذلک فاعرض عما کان

و انصاف سب کچھ کیا مگر مرجانے پر اوسکا
کچھ نام نہ رہا۔ اسیطرح اخ عدی (عمر)
نے بھی ملک و دولت پائی اور سب
کچھ کیا مگر مرجانے پر اوسکا بھی نام مٹ گیا
اسیطرح میرے بھائی (عثمان) نے بھی
سلطنت کی حالانکہ نسب میں اوسکا کوئی
ہمسر نہ تھا مگر اوسکے مرنے کے ساتھ نام بھی مرگیا
بخلاف برادر ہاشمی (محمد مصطفےٰ) کے کہ
ہر روز پانچ مرتبہ اوسکا نام پکارا جاتا ہے
اشہد ان محمداً رسول اللہ
اب بتا اس ناموری کا بھلا کوئی مقابلہ
کرسکتا ہے۔ اس عمل کے ساتھ کسکا عمل
باقی رہ سکتا ہے دور ہو دور ہو۔

یہ روایت جب مامون رشید نے سُنی تو
حکم دیا کہ اس مضمون کا پروانہ تمام ملک
میں جاری کیا جائے کہ کوئی معٰویہ کو بخیر وخوبی
نہ یاد کرے۔ اور منبر و نپر لعنت کیجائے
معٰویہ پر جس سے تمام رعایا میں عجب
طرح کی شورش پیدا ہوئی کہ آخر
مامون رشید کو اپنا حکم مسترد کرنا
پڑا۔

اس مضمون کو علامہ شہر ابن آشوب

مختصر طور پر چنانچہ اصل عبارت یہ ہے حدث بعضہم قال حضرت عند معاویہ یوماً وقد اذن المؤذن اللہ اکبر فقال معویہ مثل ذلک فلما قال المؤذن اشہد ان لاالہ الا اللہ قال معویہ مثل ذلک فلما قال اشہد ان محمد الرسول اللہ اطرق معویہ ثم قال یا بن عبداللہ ما کان اکبر ھمتک قرنت اسمک باسم ربک صفحہ ۲۰ ورق ۳۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک روز میں معویہ کے پاس گیا جب اذان ہونے لگی تو موذن نے کہا اللہ اکبر معویہ نے بھی اللہ اکبر کہا اسیطرح اشہد ان لا الہ الا اللہ کو بھی معویہ نے دہرایا جب موذن نے اشہد ان محمد الرسول اللہ کہا تو معویہ نے گردن جھکالی اور کچھ دیر کے بعد کہا اے پسر عبداللہ (خطاب ہے طرف رسول اللہ کے) کسقدر تیری ہمت بلند تھی کہ تو نے اپنے نام کو خدا کے نام سے ملا دیا؟

جو خیال معویہ نے یہاں ظاہر کیا ہے وہ ذاتی خیال انکا نہیں ہے بلکہ موروثی ہے کیونکہ ابوسفیان پدر معویہ کا بھی ہمیشہ یہی خیال رہا چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قال ابن عباس لقد کنا فی محفل فیہ ابوسفیان وقد کف بصرہ وفیہا علی فاذن المؤذن فلما قال اشہد ان محمد الرسول اللہ قال ابوسفیان ھہنا من یحتشم قال واحد من القوم لا فقال للہ در اخی بنی ہاشم انظروا این وضع اسمہ فقال علی اسخن اللہ عینک یا ابا سفیان اللہ فعل ذلک بقولہ عزمن قائل ورفعنا لک ذکرک

ایک صحبت میں ابوسفیان بھی تھے جب کہ آنکھیں انکی جاتی رہی تھیں اور مجمع میں حضرت علی بھی تھے کہ موذن نے اذان شروع کی جب اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو ابوسفیان نے کہا یہاں کوئی غیر تو نہیں ہے کسی نے جواب دیا کہ نہیں! تو ابوسفیان نے کہا۔ خدا بھلا کرے برادر بنی ہاشم کا (جناب رسول اللہ کی طرف اشارہ ہے) دیکھو کہ اپنا نام کہاں رکھا ہے!!

حضرت علی نے کہا خدا تیری آنکھوں کو گرم کرے

فقال ابوسفیان اسخن اللہ عین من قال لیس ههنا من یحتشم	کہ خود خدا نے اونکو یہ عزت دی ہے کہ فرمایا ورفعنا لک ذکرک - ابوسفیان نے کہا خدا اوسکی آنکھ گرم کرے جسنے یہ کہا کہ یہاں

جلد ۲

کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسکا خوف کیا جائے

امام جاحظ رسالہ مفاخرہ بنی ہاشم و بنی امیہ میں لکھتے ہیں قد عرفنا کیف کان ابوسفیان
فی عداوۃ النبی و فی محاربتہ و اجلابہ علیہ و غزوہ ایاہ و عرفنا اسلامہ فیہ
حیث اسلم و اخلاصہ کیف اخلص و معنی کلمتہ یوم الفتح حین
رای الجنود و کلامہ یوم حنین و قولہ یوم صعد بلال علی
الکعبۃ فاذن الخ یعنی ہم لوگ جانتے ہیں کہ ابوسفیان کسدرجہ کا دشمن رسول اللہ
تھا اور کسطرح لڑائیاں لڑا اور کوششیں کیں - اور کسطرح لوگونکو آمادہ کیا حضرت کی دشمنی پر
اور اسیطرح حضرت نے بھی کس کس طرح اوس سے جہاد کیا ہمکو اوسکا اسلام بھی معلوم ہے جب
اسلام لایا اور اوسکا اخلاص بھی معلوم ہے جو کچھ فتح مکہ کے روز کہا وہ بھی معلوم ہے جب
لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھی کہ حضرت عباس سے کہا تمہارا برادر زادہ تو بڑا بادشاہ
بن گیا صاحب لشکر عظیم پھر جو کلمہ روز حنین کہا وہ بھی معلوم ہے الا الان بطل سحر
محمد کہ اسوقت سحر محمد باطل ہوا اور وہ کلمہ بھی معلوم ہے جو ابوسفیان نے اوسوقت کہا
کہ حضرت بلال بالائے خانہ کعبہ اذان کہی -

اسوقت وہ تاریخیں ہمارے پاس نہیں ہیں جنسے اس مطلب کی تفصیل بیان کرسکوں روضۃ الصفا
حاضر ہے اوسکی یہ عبارت ہے چون وقت نماز پیشین در آمد حضرت مقدس نبوی بلال را امر فرمود
تا بر بام کعبہ بانگ نماز گفت چون مشرکان آواز بلال شنیدند بعضے از ایشان مثل ہشام برادر
ابوجہل و حکم بن ابو العاص (عم عثمان و پدر مروان) سخنان نامناسب گفتند ابوسفیان بن
حرب کہ در میان ایشان بود گفت من بارے ہیچ نمی گویم و گمان نمی برم کہ اگر من سخنے بگویم
این سنگ ریزہ با محمد را خبر دہند جبرئیل نازل شدہ از مقالات آن طبقہ رسول اللہ را خبر گردانید
رسول آنجماعت را طلبیدہ با ہر یک بیان فرمودہ کہ توجیہ گفتی ایشان منفعل شدہ زبان

بکلمہ توحید گویا گردانید ابوسفیان گفت اما انا فما قلت شیئا یا رسول اللہ فضحک النبی صفحہ ۱۰۷ جلد دوم

اور مدارج النبوۃ میں ہے "ودر روایتی آمدہ کہ ابوسفیان بن حرب نیز دران جماعت بود کہ سخنان ناسزا گفتند کہ ہرچہ گوییم گمان می بریم کہ این سنگریزہا محمد را ازان واقف گردانند وچون آنحضرت بان جماعت گفتہای ایشانرا بروے ایشان گفت ابوسفیان عرض کرد کہ من ہیچ ازین حرفہا نگفتہ ام حضرت تبسم فرمود وتصدیق نمود اگر این روایت صحیح است معلوم می شود کہ ایمان دردل وے درآمدہ واسلام وے حسن پذیرفتہ بود واز مسلمہ فتح بعضے را گفتہ اند حسن اسلامہ ودر بعضے اختلاف کردہ اند وبرہر تقدیر ایشانرا مولفۃ القلوب گفتہ اند ومعنی این لفظ ومعاملہ ایشان در غزوہ حنین وقسمت غنائم آن واضح خواہد گشت ومعاویہ پسر وے نیز از مسلمہ فتح است واز مولفۃ القلوب وبعضے گفتہ اند کہ اسلام وے پیش از پدر است وپیش از آنکہ آنحضرت بمکہ درآید وگویند کہ درراہ مکہ بحضرت رسید واسلام آورد جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ تعجب ہے کہ جس کلام پر ابوسفیان کے جاحظ کو اوسکے اسلام میں کلام ہو رہا ہے اوسکو محقق دہلوی ایمان کی ایک ضعیف دلیل بتا رہے ہیں۔ حالانکہ خود اونکا کلام اور حضرت کا تبسم بتا رہا ہے کہ یہ سکوت اور یہ اسلام کیسا ہے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے وہ کلمات ناسزا کہے وہ سب آخر میں مشرف بہ اسلام ہوئے مگر یہ ابوسفیان اپنی حالت پر باقی رہا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے فخرج علیہم النبی فقال لقد علمت الذی قلتم ثم ذکرہ ذلک لہم فقال الحارث وعتاب نشہد انک رسول اللہ واللہ ما اطلع علی ہذا احد کان معنا فنقول اخبرک صفحہ ۹۷ جلد ۲

بخلاف ابوسفیان کے کہ وہ بھی اسے جانتا تھا مگر اسلام نہ لایا۔ یہ نفاق اوسکا تا دم مرگ بنا رہا چنانچہ خود اوسنے حضرت عثمان سے اونکے ابتداے خلافت کے زمانہ میں کہا یا بنی امیۃ۔ تلقفوہا تلقف الکرۃ فوالذی یحلف بہ ابوسفیان ما من عذاب ولا حساب ولا جنۃ ولا نار ولا بعث ولا قیامۃ اے بنی امیہ اس خلافت کو باہم دگر تقسیم کرو جیسا کہ میدان میں گیند لے لیا جاتا ہے کہ قسم اوسکی جسکی قسم کھاتا ہے ابوسفیان نہ
[illegible] نہ بعث ہے نہ قیامت۔

جو صریحی دلیل اسکے کفر و نفاق کی ہے چنانچہ مدارج النبوۃ وغیرہ میں بھی اسکی تفصیل موجود ہے

مگر تعجب ہے معویہ بن ابوسفیان سے جو اسی نبوت و رسالت کی خلافت کا مدعی ہے اور

اسطرح رسالت کر رہا ہے کہتا ہے کسقدر ہمت تیری بلند تھی اے پسر عبداللہ

کہ تونے اپنا نام خدا سے ملا دیا جو صریحی دلیل اسکی ہے کہ اوسکو حضرت کی نبوت کا

اقرار نہ تھا۔

اسپر بھی جو احکام معویہ اس شریعت محمدیہ کے بارے میں قبول کیے جاتے ہیں تو تعجب تا ہے

جیسا کہ سابقاً تحریر ہوا کہ معویہ نے اس اذان کے متعلق کتنے تغیرات کیے۔

خلافت یزید بن معاویہ

اس خلافت میں مجھے اذان کے متعلق کوئی نیا تغیر نہیں ملا۔ مگر اذان کا تعلق بھی اوس سے نہیں چھوٹا۔

پہلا واقعہ

بروز عاشورہ ہے کہ جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور ۲۰ سے پچاس سے زیادہ شہداء کربلا شہید ہو چکے

قال ابو ثمامہ الصیداوی یا سیدی صل بنا صلوٰۃ الظہر والعصر فانہا آخر صلوٰۃ نصلیہا معک فلعلنا نلقی اللہ علی اداء فریضتہ فاذن واقام فقاموا فی الصلوٰۃ وھو یرمون السھام الیھم فقال یا ویلکم الا تقفون عن الحرب حتی نصلی فلم یجبہ احد الا الحصین بن نمیر قال یا حسین ان صلوٰتک لا تقبل فقال لہ حبیب بن مظاھر اذا تقبل صلوٰۃ ... رسول اللہ

تو ثمامہ صیداوی نے خدمت امام میں عرض کی یا حضرت ظہر و عصر کی نماز پڑھ لیجیے کہ ہم اس نماز کو آخر صلوٰۃ سمجھتے ہیں جو آپکے ساتھ پڑھی جائے کہ خدا سے جو ملاقات ہو تو اسی حالت میں کہ فریضہ سے فارغ ہوں۔

پس اذان کہی اور اقامت۔ اسکے بعد نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ کفار تیر چلا رہے تھے۔ کہا کہ تم لوگ ٹھہر جاؤ نماز پڑھ لینے دو مگر کسی نے اسکا جواب نہ دیا مگر حصین بن نمیر نے جواب دیا کہ ... تمہاری

وہ در استیعاب ... طائفہ روایت ... پشت و پناہ منافقان بود ... اذان باز کہ اسلام آورد ... در جاہلیت منسوب ... بودہ روایت کردہ شد ... ست از حسن کہ ابوسفیان ... در آمد بر امیر المومنین عثمان ... وقتیکہ بعد خلافت بود ... بود وے اعمی و گفت آیا در دیدہ ... است خلافت ... بعد تیم و عدی پس ... بگیرید آن را ... دا و نیست آن ... من در ... جنت ... مدارج النبوۃ ... جلد دوم ... مطبوعہ مطبع ناصری دہلی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بل
تقبل صلواتک یا بن الحمار البوالہ
علی عقبیہا ثم برز حبیب فیقول
انا حبیب وابی مظاہر فارس
الہیجا لیث قسورۃ واللہ اعلی
حجۃ واظہر۔ منکم وانتم بقراع
لا یقنقر سبط النبی اذا انی یستضی
یا شر قوم فی الوری واکفر فحمل
علی الحصین فضربہ ضربۃ
سقطتہ عن ظہر فرسہ الارض
فاستنقذہ اصحابہ ولم یزل
حبیب یقاتل حتے قتل منہم
خلقا کثیرا ثم قتل وقال الحسین ع
یرحمک اللہ یا حبیب لقد کنت
تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ وانت
فاضل فقال زہیر بن القین
یا مولای اری الانکسار فی
وجہک بعد قتل العباس وحبیب
السنا علی الحق قال بلی وحق
الحق انا علی الحق محققین قال
زہیر فما نکرہ موتنا ونلقی
الجنۃ ونعیمہا فغیر ویقول انا
زہیر ابن القین نحمی مرالحف

نماز قبول نہوگی"، اسپر حضرت حبیب
ابن مظاہر نے کہا کہ فرزند رسول کی نماز
تو نہ مقبول ہو اور تیری نماز مقبول
ہوگی؟ اے فرزند زن میخوارہ بوالہ
اسکے بعد حضرت حبیب بغرض جنگ
باہر آئے اور اشعار رجز پڑھتے ہوئے
حملہ آور ہوئے حصین پر حملہ کیا اور ایسا
وار لگایا کہ وہ ملعون گھوڑے سے
گر پڑا مگر اوسکے ہمراہیوں نے اسے بچا لیا
حبیب ابن مظاہر یوں ہی لڑتے رہے
یہانتک کہ شہید ہوئے جسپر حضرت امام
حسین ع نے فرمایا خدا رحمت کرے تجھپر
اے حبیب کہ ایک رات میں تم قرآن
کو ختم کرتے تھے۔ اور فاضل تھے۔
زہیر بن قین نے عرض کی یا مولا کیا
وجہ ہے کہ بعد شہادت عباس ع اور
حبیب بن مظاہر آپکے چہرے سے علامت
انکسار ظاہر ہو گیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟
امام حسین ع نے فرمایا قسم حق کی کہ حق پر
ہیں اور محق ہیں تب زہیر نے کہا پھر
ہمکو کیوں کر شہادت سے آپکے دل رنج
ہوتا ہے حالانکہ ہم شہید ہو کر داخل
جنت و نعمائے جنت ہوتے ہیں اسکے

الحدين اذب بالسيف عن الحسين
ابن علی طاهر الجد ین ثم حمل
علیهم فقتل منهم عشرین فارسا
ثم اقبل الی الحسین فصلے
بالجماعة ثم قال یا قومی هذه الجنة
قد فتحت ابوابها وانبعت اثمارها
وهذا رسول الله صلے الله علیه
واله وسلم والشهداء یتوقعون
قدومنا فحاموا دین الله و
احفظوا حرم بن رسول الله
صلے الله علیه واله وسلم ثم برزو
یقول شعر
اقدم حسین الیوم تلقا احمدا
ثم اباك الطاهر الموید ا
والحسن المسموم ذاك الامجدا
ذوالجناحین حلیف الشهدا
وحمزة اللیث الهمام الاسعدا
فی جنة الفردوس عاشوا سعدا
ولم یزل یقاتل حتی قتل من الاعداء

بعد زہیر نے لشکر اعدا پر حملہ کیا اور
رجز پڑھتے جاتے تھے بیس سواروں
کو قتل کر کے زہیر پھر آئے اور نماز
جماعت امام ع کے ساتھ ادا کی ۔
اور کہا اے قوم کیا دیکھتے ہو۔ یہ جنت
ہے جسکے دروازے کھلے ہوئے
ہیں اور ثمار اوسکے تیار ہیں ۔ یہ رسول
اللہ تشریف رکھتے ہیں ۔ اور دوسرے
شہدا ہمارے قدوم کے مشتاق ہیں
دین خدا کی حمایت کرو اور حرمت
فرزند رسول کی نگہداشت کرو ۔ پھر
پھر حملہ آور ہوئے ۔ اور پچاس
سے زیادہ کافروں کو قتل کر کے
راہی جنت ہوئے ۔

نیفا وخمسین فارسا ثم قتل رضی الله عنه ینابیع المودة صفحه ۲۸۶

اس واقعہ کو تاریخ الاذان سے کئی وجہوں سے تعلق ہے ایک یہ کہ خلافت یزید بن معویہ کا
واقعہ ہے اور اس رسالہ میں التزام کیا گیا ہے کہ ہر ہر خلیفہ کے احکام اور تغیرات اور واقعات
متعلق اذان درج کیے جائیں ۔ دوسرے اسلام بلکہ تمامی دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ بالکل

... کی نہایت مانے اور کوئی عذر

اسکا روادار نہو کہ مہلت نماز دیجائے ایک ساعت کیلئے بھی جنگ موقوف کیجائے تیسرے
کمال بیحیائی یہ ہے کہ بعوض اس مہلت دینے کے یہ جواب دیا گیا کہ اے حسینؑ تمھاری نماز
مقبول نہیں ہے۔ جس سے جہاں ان اشقیا کی کمال درجہ کی شقاوت معلوم ہوئی وہاں
یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ کی خاص نماز بھی جو ان لوگوں کے عہد میں قابل قبول
تھی۔ چوتھے یہ کہ امام علیہ السلام نے اس حالت خوف کی نماز میں بھی اذان واقامت
فرمائی جو انکے پیروؤں کے لئے نہایت قابل غور اور لائق تقلید ہے کہ اس سے معلوم ہوا اذان
واقامت کیسی ضروری چیز ہے نماز کے لئے۔ پانچویں یہ کہ اُن یزیدی مسلمانوں نے اذان
واقامت کہنے پر بھی نماز پڑھنے نہ دی کہ اصحاب امام حسینؑ کو اسکے بعد لڑنا پڑا یہانتک کہ۔
حبیب بن مظاہر شہید ہوئے اور زہیر بن قین نے جب فوج کو مار کر بھگا دیا تب نماز
پڑھنے پائے۔ چھٹے یہ کہ معلوم ہوا اصحاب امام حسینؑ کیسے رفیق کیسے مومن کامل تھے کہ ایک شخص انکا
تمام قرآن کو ایک رات میں تمام کرتا تھا اور دوسری طرف اہل یزید کون تھے شرابخوار۔ بدکار۔
جنکی مائیں اپنے اصحاب پیشاب کیا کرتیں۔ ساتویں یہ کہ ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی گئی
جس سے معلوم ہوا نماز کا کس درجہ ان حضرات کو خیال تھا اب وہ مسلمان غور کریں جو نماز کی
قدر نہیں کرتے۔ آٹھویں یہ کہ نماز بجماعت ادا کیگئی جس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا
کیسا عظیم ہے۔ اب وہ لوگ غور کریں جو بلا وجہ شرکت جماعت سے پرہیز کرتے ہیں۔ نویں
حبیب ابن مظاہر کی غیرت وحمیت قابل غور ہے کہ محض للہ فی اللہ انکو کلام ابن نمیر پر یہ
غصہ آیا کہ اوس سے انتقام لینے کو مقدم سمجھا۔ دسویں ان لوگوں کا طالب حق ہونا کہ مطلب
انکا حق تھا چنانچہ امام سے سوال کیا گیا ہم حق پر نہیں ہیں ہے جسپر امام نے حق کی قسم کھائی
کہ ہم حق پر ہیں۔ اور پسر زہیر بن قین کا کہنا پھر ہم لوگوں کی موت سے کیوں کراہت فرماتے ہیں۔
جس سے معلوم ہوا کہ کس درجہ حق اونپر واضح تھا اور کیسی حقیت کے شائق تھے۔

غرض یہ واقعہ صرف تاریخ الاذان ہی میں عجیب نہیں ہے بلکہ تواریخ عالم میں عجیب وغریب ہے

... امام حسینؑ نے

مکہ چھوڑا اور سفر فرمایا کیونکہ عقد الفرید میں لکھا ہے کہ عمرو بن سعید جو بعد عزل ولید بن عتبہ منجانب یزید حاکم مدینہ مقرر ہوا۔ تو حج کی امارت بھی اُسیکو مفوض تھی۔ ایک روز قبل ترویہ وارد مکہ ہوا۔ وہیں جناب امام حسین بھی تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے حضرت سے استدعا کی کہ آپ نماز پڑھائیں اتنے میں موذن نے اذان دی اور عمرو بن سعید نے نماز پڑھائی۔ اسپر لوگوں نے امام حسین سے کہا کہ اگر آپنے خود نماز نہیں پڑھائی تو تشریف لیجائیے حضرت نے کہا نہیں نماز جماعت افضل ہے۔ حضرت نے بھی نماز پڑھی اور بعدہ بقصد سفر عراق روانہ ہوئے۔ اسکی خبر جب عمرو بن سعید کو ملی۔ تو اوسنے حکم دیا۔ اطلبوہ ارکبوا کل بعیر بین السماء والارض فاطلبوہ قال فعجب الناس من قولہ ھذا فطلبوہ فلم یدرکوہ ص ۲۱۲ جلد ۲ یعنی پکڑو انکو اور جو اونٹ آسمان و زمین میں ملے اسپر سوار ہو۔ اور اُنکو لاؤ۔ لوگوں کو اُسکے اس قول سے تعجب ہوا اور حضرت کی جستجو میں روانہ ہوئے مگر نہ پایا۔

جس فقرہ پر لوگوں کو تعجب ہوا وہ درحقیقت قابل تعجب نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کے خیال میں خدا و رسول کا وجود ہی نہ تھا آسمان و زمین پر اپنی حکومت جانتے تھے پھر کیوں نہ آسمان و زمین کے اونٹوں پر اونکی حکومت ہوتی۔

رہا یہ بیان کہ حضرت امام حسین نے اُسکے ساتھ نماز پڑھی محض افترا ہے کہ وہ حضرت ان فاسقوں کو کب اس قابل سمجھتے تھے کہ کوئی مسلمان اُنکی اقتدا کرے چہ جائیکہ امام حسین اُسکی اقتدا کریں۔ اور وہ بھی ایسے عالم میں جب آپ اُسکی اور یزید کی حکومت سے نکلکر باہر تشریف لیجا رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اسکی انتظار کی کہ جب یہ لوگ نماز میں مشغول ہوں تب روانہ ہوں جس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت بھی شریک جماعت تھے یا بالقصد ایسی وضعی روایت بنائی ہے جس سے صلوا خلف کل بر و فاجر کی تصدیق ہو۔

بہرحال حضرت کا خود اقدام نہ کرنا نماز پر اس مصلحت پر مبنی تھا جس سے آپنے بیت اللہ میں رہنا نہ پسند کیا کہ میری خونریزی سے اسکی حرمت زائل ہوگی۔ کیونکہ یہ ضرور تھا کہ اگر آپ ایسا قصد کرتے تو لڑائی ہوتی۔ اور اُسکی جماعت کا انتظار اس غرض سے کہ یہ لوگ نماز میں مشغول ہیں اور ہمکو گرفتار نہ کر سکیں چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ بعد نماز اُسنے حکم دیا آسمان و زمین کے

اونٹوں پر سوار ہو کر طلب کرو ... مگر حضرت کی گرد بھی اُنکے ہاتھ نہ آئی۔

اِس روایت کو سوے بجز عقد الفرید کے اور کسی کتاب میں جو قابل وثوق ہو نہیں پایا لہذا اسکو علحدہ واقعہ نہ قرار دیا۔

اسی قسم سے وہ بھی ہے جو حضرت نے لشکر حر کو نماز پڑھائی کہ بعد اذان خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فریقین نے اقتدا کی کہ وہ واقعہ بھی کوئی خصوصیت نہیں رکھتا جو درج تاریخ الاذان کیا جا۔

دوسرا واقعہ

وقال صاحب المناقب وغيرهم روى
انّ يزيد امر بمنبر وخطيب ليخبر الناس
بمساوى الحسينؑ وعلى وما فعلا
فصعد الخطيب المنبر فحمد الله و
اثنى عليه واكثر الوقيعة فى على
والحسينؑ واطنب فى تقريظ معوية
ويزيد فذكرهما بكل جميل قال
فصاح به على الحسين ويلك ايّها
الخاطب اشتريت مرضات المخلوق
بسخط الخالق فتبوّأ مقعدك من
النّار ثمّ قال على بن الحسين يا يزيد
ائذن لى حتّى اصعد هذه الاعواد
فاتكلم بكلمات لله فيهن رضا و
لهولاء الجلساء فيهن اجر وثواب
قال فابى يزيد عليه ذالك فقال
النّاس يا امير المومنين ائذن
[illegible]

صاحب مناقب وغیرہ نے کہا ہے کہ روایت کیگئی ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ منبر لایا جائے اور خطیب بلایا جائے تاکہ بیان کرے لوگوں سے بُرائیاں امام حسینؑ اور حضرت علی کی اور جو اُنسے صادر ہوا پس خطیب بالاے منبر گیا اور حمد وثناے الٰہی کرکے بہت سے عیب بہ نسبت حضرت علیؑ و امام حسینؑ کے بیان کئے اور معاویہ و یزید کی مدح وثنا میں بہت طول دیا اور ہر خوبی کے ساتھ اُن دونوں کا ذکر کیا۔ پس حضرت علی بن الحسینؑ (امام زین العابدین) نے بآواز بلند اُس سے فرمایا وائے ہو تجھکو اے خاطب خوشنودی مخلوق کے ساتھ تو نے غضب خدا کو خرید کیا اور جگہ اپنی جہنم میں بنائی پھر حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا اے یزید مجھکو اجازت دے کہ اس منبر پر وہ کلمات الٰہی بیان

منه شيئا فقال انه ان صعد لم
ينزل الا بفضيحتي وبفضيحة آل
ابي سفيان فقيل له يا امير المومنين
وما قدر ما يحسن هذا فقال انه
من اهل بيت قد زقوا العلم زقا
قال فلم يزالوا به حتى اذن له فصعد
المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم
خطب خطبة ابكى منها العيون
واوجل منها القلوب ثم قال
ايها الناس اعطينا ستا

وفضلنا بسبع

اعطينا العلم والحلم والسماحة و
الشجاعة والمحبة في قلوب المومنين
وفضلنا بان منا النبي المختار محمد
ومنا الصديق ومنا الطيار ومنا
اسد الله واسد رسوله ومنا
سبطا هذه الامة من عرفني فقد
عرفني ومن لم يعرفني انبأته بحسبي
ونسبي ايها الناس انا ابن مكة و
منى انا ابن زمزم والصفا انا ابن
من حمل الركن باطراف الردا انا
ابن خير من ائتزر وارتدى انا ابن
خير من انتعل و احتفى انا ابن خير

کرون جس میں خدا کی رضا ہو- اور نیز
ان ہمنشینون کے لیئے اجر و ثواب ہو-
یزید نے انکار کیا تب لوگون نے کہا اے
امیر المومنین انکو اجازت دیجیئے کہ منبر پر
جاوین کہ ہم لوگ کچھ کلام انکا سنین -
تب یزید نے کہا اگر یہ منبر پر جاوینگے تو بغیر
فضیحت کیئے میری اور فضیحت آل ابی
سفیان کے نہ اترینگے لوگون نے کہا
ابھی انکو یہ قدرت کہان ہے کہ اچھی طرح
کلام کر سکیں - یزید نے کہا بیشک یہ ان
اہل بیت سے ہیں جو طفلی میں علم سے پر
کیئے گئے ہیں جیسا کہ طائر اپنے بچون کو دانہ
بھراتے ہیں راوی کہتا ہے یہانتک لوگون
نے اصرار کیا کہ آخر یزید نے اجازت دی
اور وہ حضرت منبر پر گئے اور حمد و ثنائے
الہی بجالا کر ایسا خطبہ پڑھا جس سے آنکھیں
گریان اور دل ترسان ہوے پھر فرمایا
ایہا الناس ہمکو چھ چیزین عطا ہوئی ہیں
اور سات باتون سے فضیلت دیگئی ہے
ہمکو دیا گیا ہے علم و حلم و سماحۃ و فصاحت
و شجاعت و محبت مومنون کی دلمیں
اور ہمکو فضیلت دیگئی بسبب اسکے کہ ہم
میں سے ہیں نبی مختار محمد اور

من طاف وسعى انا ابن خير من حج
ولبّى انا ابن من حمل على البراق في
الهوى انا ابن من اسرى به من المسجد
الحرام الى المسجد الاقصى انا ابن من
بلغ به جبرئيل الى سدرة المنتهى
انا ابن من دنى فتدلّى فكان قاب
قوسين او ادنى انا ابن من صلّى
بملائكة السماء انا ابن من اوحى اليه
الجليل ما اوحى انا ابن محمّد
المصطفى انا ابن علي المرتضى انا ابن
من ضرب خراطيم الخلق حتى قالوا
لا اله الا الله انا ابن من ضرب بين
يدي رسول الله بسيفين وطعن
برمحين وهاجر الهجرتين وبايع
البيعتين وقاتل ببدر وحنين
ولم يكفر بالله طرفة عين انا ابن
صالح المومنين ووارث النبيين
وقاطع الملحدين ويعسوب المسلمين
ونور المجاهدين وزين العابدين
وتاج البكائين واصبر الصابرين
وافضل القائمين من آل يسين
رسول رب العلمين انا ابن

ہیں صدیق اور ہم میں سے طیار اور ہم میں سے
ہیں اسد اللہ و اسد رسول اور ہم میں سے
ہیں سبطین امت کے من عرفنی فقد عرفنی
ومن لم یعرفنی انبأته بحسبی ونسبی
جسنے مجھکو پہچانا اسنے پہچانا اور جسنے مجھے نہ پہچانا
اسکو آگاہ کرتا ہوں اپنے حسب و نسب سے ایہا الناس

انا ابن مکۃ ومنی انا ابن زمزم والصفا اے گروہ
مردم میں ہوں فرزند مکہ و منی میں ہوں فرزند
زمزم و صفا میں ہوں فرزند اسکا جسنے اٹھایا رکن
زکوۃ کو اطراف ردا میں میں ہوں فرزند
بہترین اُن لوگوں کا جسنے حج میں لنگ
باندہی اور ردا اوڑہی میں ہوں فرزند
بہترین اُن لوگوں کا جسنے نعل پہنی اور برہنہ
پا چلا - میں ہوں فرزند بہترین اوسکا جسنے
طواف کیا اور سعی کی - میں ہوں فرزند
بہترین انکا جسنے حج کیا اور لبیک کہا - میں
ہوں فرزند اسکا جو سوار کیا گیا براق پر
ہوا میں - میں ہوں فرزند اسکا جسکو شب کے
وقت لیگئے مسجد حرام سے مسجد اقصی تک میں ہوں
فرزند اسکا جسکو پہونچایا جبرئیل نے سدرۃ
المنتہی تک - میں ہوں فرزند اوسکا جو قریب
ہوا - پس لٹکا ہوا میں کہ تھا فاصلہ دو کمان

انا ابن المحامی عن حرم المسلمین
وقاتل المارقین والناکثین و
القاسطین والمجاهدین اعدائه
الناصبین وافخر من مشی من
قریش اجمعین واوّل من اجاب
واستجاب اللّٰه ولرسوله من المؤمنین
واوّل السابقین وقاصم المعتدین
ومبید المشرکین وسهم من مرامی
اللّٰه علی المنافقین ولسان حکمة
العابدین وناصر دین اللّٰه و
ولی اللّٰه وبستان حکمة اللّٰه وعیبة
علمه سمح سخی بهی بهلول زکی ابطحی
رضی مقدام همام صابر صوام مهذب
قوام قاطع الاصلاب ومفرق الاحزاب
اربطهم عنانا واثبتهم جنانا و
امضاهم عزیمة واشدهم شکیمة
اسد باسل یطحنهم فی الحروب اذا
ازدلفت الاسنة وقربت الاعنه
طحن الرحا ویذروهم فیها ذرو الریح الهشیم
لیث الحجاز سید العراق مکی مدنی
حنفی عقبی بدری احدی شجری
مهاجری من العرب سیدها و
من الوغا لیثها وارث المشعرین

نماز پڑھائی ملائکہ آسمان کو - میں ہوں فرزند اسکا
جسکی طرف وحی کی رب جلیل نے جو وحی کی -
میں ہوں فرزند محمد مصطفےٰ کا میں ہوں فرزند
فرزند علی مرتضیٰ کا - میں ہوں فرزند اوسکا جسنے
مارا خرطوم ہائے سرداران خلق کو یہانتک کہ لا الہ
الا اللہ کے قائل ہوئے - میں ہوں فرزند اسکا
جسنے پیش رسول جہاد کیا - دو سیف سے اور
طعن کیا دو نیزوں سے اور ہجرت کی دو ہجرت
اور بیعت کی دو بیعت اور مقاتلہ کیا بدر
وحنین میں - اور نہ کفر کیا ساتھ اللہ ایک چشم
زدن - میں ہوں فرزند صالح المومنین
وارث النبیین قامع الملحدین ویعسوب الدین
نور المجاہدین زین العابدین تاج البکائین
اصبر الصابرین وافضل القائمین کا آل
یٰسین رسول رب العالمین سے - میں ہوں
فرزند اسکا جو تائید کیا گیا ساتھ جبرئیل کے اور
نصرت کیا گیا ساتھ میکائیل کے - میں ہوں
فرزند حامی حرم مسلمین وقاتل المارقین و
الناکثین والقاسطین ومجاہد دشمنان
ناصبین اور افخر اُن لوگوں کا جو چلے تمامی قریش
سے اور اول اُنکا جسنے اجابت واستجابت
کی اللہ ورسول کی مومنین سے اور اول
سابقین وذلیل کنندہ ظالمین وہلاک کنندہ

وابو السبطین الحسن والحسین
ذاک جدی علی بن ابیطالب ثم
قال انا ابن فاطمة الزهراء انا ابن
سیدة النساء فلم یزل یقول انا
انا حتی ضج الناس بالبکاء
والنحیب وخشی یزید ان یکون
فتنه فامر المؤذن فقطع علیه
الکلام فلما قال المؤذن الله
اکبر الله اکبر قال علی لاشیء اکبر
من الله فلما قال اشهد ان لا اله
الا الله قال علی بن الحسین ع شهد
بها شعری و بشری ولحمی ودمی
فلما قال المؤذن اشهد ان
محمدا رسول الله التفت من
فوق المنبر الی یزید فقال محمد
هذا جدی ام جدک یا یزید
فان زعمت انه جدک فقد کذبت
وکفرت وان زعمت انه جدی
فلم قتلت عترته قال وفرغ المؤذن
من الاذان والاقامة وتقدم
یزید فصلی صلوة الظهر قال و
روی انه کان فی مجلس یزید هذا

مشرکین و تیر مارا ہوا خدا کا منافقین پر اور
زبان حکمت و عابدین و ناصر دین اللہ و ولی
امر اللہ و بستان حکمة اللہ و مستودع علم اللہ
جواد سخی جمیل خندہ روز کی اطبحی رضی کثیر الاقدام
دشمنونپر بڑا صاحب ہمت صابر جلادم مہذب
قوام قاطع اصلاب مفرق احزاب سب سے زیادہ
جہاد میں مضبوط العنان اور قوی ثابت القلب
اور سب سے زیادہ گذرجانیوالا اپنے ارادہ پر اور
اشد الشکیمہ یعنی حضرت علی بوجہ اعتماد اپنی بہادری
اور قابو کے اوپر دشمن کے کسیکا انقیاد نہ فرماتے
تھے ایسے شیر شجاع کہ پیس ڈالتے تھے دشمنونکو
معرکہ میں جسوقت مجتمع ہوتی تھیں سنانیں اور
قریب ہوتی تھیں عنانیں مثل پیسنے چکی کے اور
متفرق اور پراگندہ کرکے اوڑا دیتے تھے اُنکو
لڑائیونمیں جیسے ہوا گیاہ خشک کو متفرق و
پراگندہ کرکے اڑا دیتی ہے و شیر حجاز۔ سردار
عراق۔ مکی۔ مدنی حنفی عقبی۔ بدری۔ احدی
شجری۔ مہاجری۔ قوم عرب میں اُنکے سردار
و نما میں اُنکے شیر وارث المشعرین وابو السبطین
الحسن والحسین یہ میرے جد عالی علی بن ابی
طالب ہیں پھر فرمایا میں ہون فرزند فاطمہ ع
زہرا کا میں ہون فرزند سیدة النسا کا بس برابر

حبر من احبار اليهود فقال من
هذا الغلام يا امير المومنين
قال هو علي بن الحسين قال
فمن الحسين قال ابن علي ابن
ابيطالب فقال فمن امه قال
امه فاطمة بنت محمدؐ فقال
الحبر يا سبحان الله فهذا ابن
بنت نبيكم قتلتموه في هذه السرعة
بئسما خلفتموه في ذريته والله
لو ترك فينا ابن عمران سبطا
من صلبه لظننا انا كنا نعبده
من دون ربنا وانتم انما فارقكم
نبيكم بالامس فوثبتم على
ابنه فقتلتموه سوءً لكم من امة
قال فامر به يزيد لعنه الله
فوجي في حلقه ثلاثا فقام
الحبر وهو يقول ان شئتم
فاقتلوني او فذروني فاني
اجد في التوراة ان من قتل
ذرية نبي لايزال ملعونا
ابدا ما بقي فاذا مات يصليه
الله نار جهنم ۵۵

فرماتے رہے انا انا یہاں تک کہ لوگوں نے
شور و نالہ و بکا بلند کیا اور یزید ڈرا کہ ایسا ہو
اگر کوئی فتنہ برپا ہو پس موذن کو حکم
اذان دیکر کلام حضرت کا منقطع کرو یا جب
موذن نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا
حضرت علی بن الحسینؑ نے کوئی شے اللہ سے
بزرگ نہیں ہے پھر جب کہا اوس نے اشہد
ان لا الہ الا اللہ فرمایا حضرت علی بن
الحسینؑ نے کہ اسکی شہادت دیتی ہے میرے
بال میرے پوست میرے گوشت میرے خون
نے پھر جب موذن نے کہا اشہد ان
محمدا رسول اللہ حضرت بالائے منبر
سے ملتفت ہوئے طرف یزید کے اور فرمایا کہ
یہ محمد میرے جد ہیں یا تیرے جد ہیں اے یزید؟
اگر تو نے گمان کیا کہ وہ حضرت تیرے جد
ہیں پس بتحقیق تو نے جھوٹ کہا اور کفر کیا
اور اگر تو نے گمان کیا کہ وہ حضرت میرے
جد ہیں پس کیوں تو نے اونکی عترت کو قتل
کیا راوی نے کہا کہ موذن اذان و اقامت
سے فارغ ہوا اور یزید آگے بڑھا اور نماز ظہر
پڑھی - کہا صاحب مناقب نے اور یہہ بھی روایت
کی گئی ہے کہ اس مجلس یزید میں ایک عالم

علمائے یہود سے تھا پوچھا اوس نے یہ کون لڑکا ہے اے امیر المومنین یزید نے کہا یہ علی بن

کون ہے کہا ہاں اونکی فاطمہ دختر محمدؐ تب اوس عالم نے کہا سبحان اللہ تو یہ حسینؑ
دخترزادہ تمہارے نبی کا ہے جسکو تم سبنے ایسا جلد قتل کرڈالا ہے کیا برا سلوک کیا تم لوگوں
نے بعد اپنے نبی کے اونکی ذریت کے باب میں۔ قسم خدا کی اگر فرزند عمران درمیان ہم لوگوں کے
کوئی اولاد اپنے صلب سے چھوڑتے تو ہم گمان کرتے ہیں کہ ہم سب اوسکی عبادت کرتے سوائے
پروردگار اپنے کے اور تم لوگ سوا اسکے نہیں ہے کہ نبی تمہارے ابھی کل تم سے جدا ہوئے ہیں
اور تم لوگ چڑھ دوڑے اوسکے فرزند پر اور اوسکو قتل کرڈالا کیا بری امت ہو تم لوگ
راوی نے کہا پس یزید نے حکم دیا کہ تین مرتبہ گلا اوسکا گھونٹا گیا پس وہ عالم یہ کہتا ہوا
اوٹھا کہ چاہو تم لوگ مجھکو مارو چاہو قتل کرڈالو چاہو چھوڑدو میں اپنی توریت میں پاتا
ہوں کہ بیشک جو کسی نبی کی ذریت کو قتل کریگا وہ ہمیشہ ملعون رہیگا جب تک باقی
رہیگا پس جب مرجائیگا اللہ تعالی اوسکو آتش جہنم میں داخل کریگا۔ ۵

اِس واقعہ کو شیخ ابو اسحق اسفرائنی نے بھی جو اعاظم علماے اہلسنت سے ہیں اپنی کتاب
نور العین فی مشہد الحسینؑ میں کچھ اختلاف کیساتھ لکھا ہے بعض فقرات خطبہ میں اختلاف ہے اسلئے
اوسکو علیحدہ نہیں لکھا۔ اسکے بعد لکھتے ہیں۔

قال الراوی روی عن جعفرؑ
الصادق ان عند ذلک ضجت
الناس بالبکاء والنحیب فقصد
یزید ان یقطع کلامہ بالاذان
واشار لموذنہ یوذن فقال اللہ
اکبر فقال علیؑ اللہ اکبر فوق
کل کبیر فقال اشہد ان لا الہ
الا اللہ فقال علیؑ اشہد ان

کہا راوی نے کہ فرمایا امام جعفر صادقؑ
نے جب یہ خطبہ مسلمانوں نے سنا تو
عجب طرح کا شور ماتم و بکا قائم ہوا
جسپر یزید نے چاہا کسی طرح یہ سلسلہ
کلام منقطع ہو لہذا اپنے موذن کو حکم
دیا کہ اذان کہے اللہ اکبر۔ اشہد
ان لا الہ الا اللہ کے بعد جب موذن
نے اشہد ان محمد الرسول اللہ

محمد ارسول الله فقال علی بالله
علیك اسكت فسكت ثمّ قال یا
یزید اكان محمدؐ جدی ام جدك
فان قلت جدی فانت صادق و
ان قلت جدك فانت كاذب فقال
بل جدك فقال لم قتلت ذریته و
سبیت حرمه فسكت ثم ضجت الناس
بالبكاء والنحیب وقالوا هذه
مصیبة فی الاسلام فعند ذلك
خشی الیزید علی نفسه من القتل و
قال ایها الناس اتظنون انی قتلت
الحسینؑ فلعن الله من قتله انما قتله
عبید الله بن زیاد عاملی بالبصرة۔
ثم امر باحضار من اتی براس
الحسینؑ ومن معه لیسالهم كیف
كان قتله فحضروا بین یدیه فقال
لابن ربعی ویلك انا امرتك بقتل
الحسین فقال لا لعن الله قاتله ولم
یزالوا كذلك الی ان وصل السوال
الی حصین بن نمیر فقال مقالتهم
ثم قال اترید ان اخبرك بمن
قتله فقال نعم فقال اعطنی الامان
فقال لك الامان فقال اعلم بها

اور جانب یزید مخاطب ہوئے فرمایا
اے یزید یہ محمدؐ تیرے جد ہیں یا میرے
اگر میرے جد ہونیکا اقرار کیا تو سچ کہا
اور اگر اپنا جد کہا تو کاذب و دروغ گو
ہوا یزید نے اقرار کیا کہ نہیں بلکہ آپکے
جد ہیں۔ تب حضرتؑ نے کہا پھر تو نے
کیوں اونکی اولاد کو قتل کیا اور انکے
اہل بیت کو اسیر کیا۔ یزید ساکت ہوگیا
اور تمام مجمع میں شور بکا قایم ہوا اور
سب نے کہا یہ اسلام میں بہنایت سخت
مصیبت ہے اسوقت یزید کو خوف
ہوا کہ کہیں ایسا نہو مجھے قتل کر ڈالیں
تب یزید نے کہا ایہا الناس تم گمان
کرتے ہو کہ میں نے حسینؑ کو قتل کیا خدا
لعنت کرے اونکے قاتل پر۔
قاتل اونکا عبید اللہ بن زیاد ہے جو
ہماری طرف سے مصر کا حاکم ہے اسکے
بعد یزید نے حکم دیا کہ جو لوگ سر شہدا
لائے ہیں اونکو بلا کر گواہی لو اور
پوچھو۔ جب سب طلب ہوئے
تو پہلے شیث ابن ربعی سے پوچھا
اوسنے کہا تو نے نہیں حکم دیا خدا قاتل
حسینؑ پر لعنت کرے۔ یہ گواہیان

ووضع الاموال وجیش الجیوش
وارسل الکتب واوعد وعدھو
الذی قتلہ فقال من فعل ذلک
فقال انت فغضب منہ ودخل
منزلہ الخ صفحہ ۱۲۱ نور العین مطبوعہ مصر

تو اُسنے بھی پہلے یہی کہا پھر کہا اے
امیر اگر تو چاہتا ہے کہ اونکے قاتل کو دریافت
کرے تو جان جسنے لشکر بھیجے۔ نشان مقرر
کیئے۔ مال و دولت خرچ کیا۔ فرمان بھیجے
وعدہ وعید کیا وہی قاتل حسینؑ ہے۔

یزید نے پوچھا وہ کون شخص ہے حصین بن نمیر نے کہا تو۔ یہ جملہ سنکر یزید غضبناک ہوا اور
اپنے حرام سرا میں چلا گیا۔
اذان کے متعلق یہ واقعہ بھی دیکھا گیا ہے کہ حضرت سکینہؑ کے مقابلہ میں جب تک جناب
امام حسینؑ شہید نہوئے تھے۔ عثمان کی بیٹی نے یہ فخر کیا کہ میں شہید کی بیٹی ہوں اوسوقت
حضرت سکینہؑ خاموش ہو رہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب اذان میں موذن نے اشہد
ان محمد الرسول اللہ کہا تو حضرت سکینہ نے عثمان کی بیٹی سے پوچھا کہ یہ میرے جد
ہیں یا تیرے۔ جسکے جواب میں دختر عثمان نے کہا اب کبھی میں آپکے مقابلہ میں فخر نہ کرونگی۔
مگر یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی اسلیئے مختصر لکھا۔

تیسرا واقعہ

اسکے لیئے میں کوئی زمانہ نہیں معین کرسکتا۔ کیونکہ یہاں یزید کا ایک شعر لکھا جاتا ہے
جسمیں اوسنے اذان کا ذکر کیا ہے۔ ان اشعار سے تمام طور پر علمائے اہل سنۃ نے
کفر و فسق یزید پر استدلال کیا ہے لہذا درج تاریخ کیا گیا۔

وہ شعر یہ ہے شعر

شغلتنی نغمۃ العیدان | عن صوت الاذان

اس شعر کے ساتھ چند اشعار اور ہیں۔

معشر الندمان قوموا | واسمعوا اصوات الاغانی
[illegible] | واترکوا ذکر المعانی

شغلتني نغمة العيدان — عن صوت الاذان
وتعوضت عن الحور — عجوزا في الدنان

یزید کے اس قسم کے اشعار بیشمار ہیں جنسے اوسکی کمال درجہ کی بے دینی بلکہ کفر یقینی ثابت ہے
چنانچہ علامہ ابن الجوزی حنبلی رسالہ رد المتعصب العنید میں لکھتے ہیں قال
انبانا مجاھد قال جیئ براس الحسین بن علی فوضع بین یدی یزید
بن معویہ فتمثل بھذین البیتین ؎

لیت اشیاخی ببدر شھدوا — جزع الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحا — ثم قالوا یا یزید لاتشل

قال مجاھد نافق فیہا ثم واللہ مابقی فی عسکرہ الا ترکہ ای عابہ
ولامہ قلت ھذہ الابیات لابن الزبعری ثم نقل شیئا منہا وقال وذلک
ان المسلمین قتلوا یوم بدر منہم خلقا فقتلوھم یوم احد خلقا فاستشہد
بہ یزید وکانہ غیر بعضہا ویکفی استشہادہ بہا خزیا۔ یعنی جب سر مبارک
امام حسینؑ کا یزید کے سامنے لایا گیا تو اوسنے ان اشعار کو کہ ابن الزبعری کے ہیں پڑھے جسکا خلاصہ
مطلب یہہ کہ جو شیوخ ہمارے بروز بدر قتل ہوئے اگر آج وہ زندہ ہوتے اور اس واقعہ کو دیکھتے
تو نہایت درجہ خوش و مسرور ہوتے اور ہمارے حق میں دعا کرتے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں
کہ یزید نے ان اشعار میں پورے طور پر اپنا نفاق ظاہر کیا جس سے تمامی رعایا و اہل لشکر
نے اوسکی ملامت کی۔ یہ اشعار وہ ہیں جنہیں ابن الزبعری نے واقعہ احد و بدر کے متعلق
نظم کیا کیونکہ جنگ بدر میں بہت سے کفار مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور جنگ احد
میں بہت سے مسلمان کافروں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ اوسیکو ابن الزبعری نے
نظم کیا۔ اور یزید نے ان اشعار کو شہادت امام حسینؑ کے متعلق پڑھا جو اوسکی خسارت
وخذلان کے لئے کافی ہے تمام ہوا کلام مجاہد۔

ان اشعار کی ابتدا ان اشعار سے ہے۔

لعبت ھاشم بالملک فلا — خبر جاء ولا وحی نزل

... من بنی احمد ما کان فعل

جس سے معلوم ہوا کہ یزید کا بھی وہی عقیدہ تھا جو ابوسفیان کا تھا کہ نہ رسالت ہے نہ نبوت نہ وحی کا نزول ہوا۔ صرف ملک گیری کے لئے یہ سب کیا گیا۔

لیکن عقد الفرید میں اِن اشعار کو واقعہ حرا سے متعلق لکھا ہے۔

وبعث مسلم بن عقبہ بروس اہل المدینۃ الی یزید فلما القیت بین یدیہ جعل یتمثل بقول ابن الزبعری یوم احد لیت اشیاخی ببدر شھدوا الخ فقال لہ رجل من اصحاب رسول اللہ ارتددت عن الاسلام یا امیر المومنین قال بلی نستغفر اللہ قال واللہ لا اساکنک ارضا ابدا وخرج عنہ صفحہ ۱۳۴ جلد ۲

یعنی جب یہ اشعار پڑھے تو ایک شخص نے صحابہ رسول اللہ سے کہا کہ تم مرتد ہو گئے اسلام سے اے امیر المومنین ۔ یزید نے کہا ہاں ہم استغفار کر لینگے ۔ اوس صحابی نے قسم کھائی کہ اب ہم کبھی وہاں نہ رہینگے جہاں تم رہو گے یہ کہکر وہاں سے باہر چلے گئے تعجب ہے کہ صحابی رسول اوسکو مرتد بھی بتاتے ہیں اور وہ بھی اپنے ارتداد کا اقرار کرتا ہے اسپر بھی بجز اب امیر المومنین یاد کرتے ہیں افسوس!

جب اہل بیت طاہرین کا ورود یزید پر ہوا تو اوس وقت وہ اپنے محل جیرون میں تھا جو جامع اموی کی راہ میں تھا۔ تو یزید نے یہ اشعار پڑھے ؎

لما بدت تلک الحمول واشرفت تلک الشموس علی ربی جیرون

نعب الغراب فقلت نح او لا تنح فلقد قضیت من النبی دیونی

قال فی التذکرہ قال الزھری لما جائت الروس کان یزید فی منظرۃ علی جیرون فانشد لنفسہ ؎ لما بدت الخ

جس سے صاف معلوم ہوا کہ یزید جناب رسول اللہ کو اپنے اون خونوں کا مدیون اور مقروض سمجھتا تھا جو حضرت کے حکم سے انکے اجداد واعمام قتل ہوئے کہ سرہاے شہدا دیکھکر کہتا ہے آج میں نے اپنا قرض وصول پایا رسول اللہ سے۔

یہ اشعار بھی یزید کے ہیں ؎

علیه هانی واعلنی وترنمی — بذلك انی لا احب التناجیا
حدیث ابی سفیان قدما سمی بها — الی احد حتی اقام البواکیا
الا هات سقینی علی ذاك قهوة — تخیرها العنسی کرما شامیا
اذا ما نظرنا فی امور قدیمة — وجدنا حلالا شربها متوالیا
وان مت یا ام الاحیمر فانکحی — ولا تأملی بعد الفراق تلاقیا
فان الذی حدثت عن یوم بعثنا — احادیث طسم تجعل القلب ساهیا
ولا بد لی من ان ازور محمدا — بمشمولة صفراء تروی عظامیا

ان اشعار میں وہ ملعون قیامت اور حشر و نشر سے انکار کرتا ہے

قال الغزالی فی منهاج

ولو لم یمس الارض فاضل بردها — لما کان فیها مسحة للتیمم

اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ یزید پلید نے عبداللہ بن زبیر کو یہ اشعار لکھے ؎

ادعوا الهك فی السماء فاننی — ادعوا علیك رجال عك واشعرا

کیف النجاة ابا خبیب منهم — فاقبل لنفسك قبل اتی العسکرا

یعنی تو اپنے اوس خدا کو پکار جو آسمان میں ہے کہ میں تجھپر لشکر عک و اشعر روانہ کرتا ہوں۔ اوسکے بعد دیکھ کیونکر تجھے نجات ملتی ہے۔

اس قسم کے اشعار جنمیں کفریات یزید مذکور ہیں اگر لکھے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو لہذا اختصار انسب ہے

ناظرین!! اس اذان کے متعلق ابوسفیان، معویہ، یزید کے خیالات ظاہر ہو چکے اوپر غور فرما کر فیصلہ کر لیں کہ یہ لوگ مسلمان تھے یا کیا؟

خلافت عبداللہ بن الزبیر

اگرچہ ابتدا اسکی تو یزید کی خلافت سے شروع ہے مگر مانی گئی بعد یزید۔ انکی خلافت میں اسقدر تو اکثر تواریخ میں مرقوم ہے کہ چالیس روز تک رسول اللہ کا نام خطبہ سے نکال دیا گیا تھا ۔

خوشی ہوتی تھی جس سے یہہ قیاس ہو سکتا ہی کہ اذان سے بھی حضرت کا نام نکالدیا گیا ہوگا مگر کسی روایت میں ابھی تک اسکی تصریح نہیں دیکھی گئی - ہان ابن الزبیر کی نسبت یہہ بھی لکھا ہے وامن الزبیر و من وراءہ حتی ان للمسجد للجۃ یعنی ابن الزبیر نے آمین کیا اور جو پیچھے اوسکے تھا یہانتک کہ تحقیق گونج اوٹھی مسجد صبابۃ المقصد بن ص ۲۸ اور آیندہ چلکر معلوم ہوگا کہ اس ایجاد کی نسبت حضرت ابو ہریرہ کیطرف ہے جو موذن تھے مروان کے بزمانہ خلافت معویہ -

خلافت مروان

یہہ خلافت درمیان خلافت ابن الزبیر و عبد الملک قرار پائی جو بحیثیت خلافت بھی نہیں قبول کیگئی - تاہم اسکے آثار اذان کے متعلق ابتک موجود ہیں - کیونکہ پہلے لکھ آئے ہیں - تقدیم خطبہ میں مروان کا نام بھی حضرت عثمان اور معویہ کے ساتھ لیا جاتا ہے - ہان آمین کے مسئلہ میں بھی انکا نام آتا ہی چنانچہ حافظ احمد علی صاحب حاشیہ بخاری میں عمدۃ القاری سی نقل کرتے ہیں "ابو ہریرہ موذن تھے مروان کے اور شرط کی تھی کہ مروان صاحب ولا الضالین اوسوقت کہیں جب اونکو معلوم ہوجای کہ ابو ہریرہ بھی داخل نماز ہوگئے جب مروان ولا الضالین کہتے تو ابو ہریرہ آمین باواز بلند کہتے اور کہا کرتے کہ زمین والونکا آمین کہنا جب آسمان والونکے آمین کے موافق ہوتا ہی تو وہ لوگ بخشدیے جاتے ہیں" یہ مسئلہ بھی طرفہ مسائل مختلفہ سے ہے جسمیں حنفیون اور اہل حدیث نے اسقدر اختلاف کیا ہی کہ کمتر لوگ ہونگے جو ان اختلافات سی ناواقف ہوں - حالانکہ اصلیت اسیقدر معلوم ہوتی ہی کہ مروان کو روکنے کے لئے کہ رکوع میں نہ جائیں ابو ہریرہ یہ لفظ آمین ٹھہراتے تھے تاکہ ہم بھی شریک جماعت ہوجائیں - اسکو صحابہ پرستون نے ایک رنگین تصور کیا نماز کا حالانکہ اسکی کوئی اصلیت نہیں -

ایک روایت اور ابو ہریرہ ہی سے منقول ہے کہ وہ موذن تھے اور امام سی شرط کی تھی کہ بلا شرکت میرے ولا الضالین نہ کہیں - شاید وہ اقامت میں یا درستی صف وغیرہ میں مصروف رہتے سعید بن منصور ناقل ہیں کہ ابو ہریرہ بحرین میں موذن تھے اور امام جماعت علاء بن حضرمی

اسی مروان کی ایجاد میں یہ بھی ہے کہ موطا امام مالک میں ہے۔ پہلا وہ شخص جسنے نماز جماعت میں امام کے پیچھے قرأت کی وہ ایک مرد متہم ہے۔ اسپر مولوی عبد الحی لکھتے ہیں مراد اس سے مروان ہے۔ اور بہت سی روایتیں اس مضمون کی امام الکلام میں موجود ہیں کہ مروان ہی پہلا شخص ہے جسنے امام کے پیچھے قرأت کی۔

مسئلہ قرأت خلف الامام

یہ مسئلہ بھی اہلسنت کے یہاں نہایت اختلافی ہے حنفی تو قائل ہیں کہ نماز جماعت میں مقتدی سورہ حمد کو نہ نماز جہریہ میں پڑھے نہ اخفاتی میں یعنی امام خواہ باواز بلند پڑھے یا آہستہ ہر حال میں ماموم کو قرأت نہ کرنی چاہیئے۔

شافعی قائل ہیں کہ سری اور جہری دونوں میں ماموم کو قرأت کرنی چاہیئے۔ اور مالکی قائل ہیں کہ سری میں قرأت کرے اور جہری میں نہ کرے۔

حنفی پھر اختلاف کرتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں قرأت نہ چاہیئے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں۔ اور بعض حرام کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قرأت سے نماز ہی باطل ہوجاتی ہے دیکھو اسکی تفصیل امام الکلام مولفہ مولوی عبد الحی میں۔

یہانسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اختلاف کی جڑ مروان کی بدولت قائم ہوئی جسنے یہ ایجاد کیا کہ نماز جماعت میں ماموم قرأت کرے جسپر مختلف قسم کی حدیثیں ڈھلنے لگیں جنکا انبار آج ہر صاحب فہم کو متحیر کر رہا ہے۔ اور ناواقفوں کو اصل اسلام میں مشتبہ کراتا ہے۔ جو یہ نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کے افعال میں اور اسلام میں کیا فرق ہے۔

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مروان کے افعال کا اثر صرف حنفی و شافعی و مالکی کے فقہیات ہی تک محدود ہے کیونکہ اسکی حدیثیں صحاح ستہ میں بھی قبول کی گئی ہیں جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے وقد اخرج حدیث مروان فی الصحیح البخاری صفحہ ۵ جلد ۴

حالانکہ جناب امام جعفر صادق صلعم کی ایک روایت بھی اوسمیں نہیں لی گئی بلکہ بخاری صاحب آپکی نسبت فرماتے ہیں احد فی نفسی منہ شئ۔ اسپر لطف یہ ہیکہ تمامی اہلسنت اسکے بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ نے مکرر اسپر لعنت کی باینہمہ اوسکے افعال و اقوال شریعت اہلسنت میں قابل قبول قرار پائے جیسا کہ کامل میں ہے وقد رویت اخبار کثیرۃ فی لعنہ ولعن

من فی صلبہ رواہا الحافظ جیر لکھتے ہیں دولی المدینۃ لمعاویۃ مرات فکان اذا ولی یبالغ فی سب علی واذا عزل وولی سعید بن العاص کف عنہ صفحہ ۵۔

یعنی بہت سی روایتیں اسبارے میں منقول ہیں کہ حضرت نے پدر مروان پر اور اوسکی اولاد پر لعنت فرمائی گر حافظوں نے اپنی مسندوں میں اونکی روایت کی۔ مروان چندمرتبہ بجناب معویہ حاکم مدینہ ہوا اور جب حکومت اوسکو ملتی تھی تو بہت مبالغہ کرتا تھا دشنام جناب امیر میں اور جب وہ معزول ہوتا اور اوسکی جگہ سعید بن عاص مقرر ہوتا تو دشنام دہی کو موقوف کردیتا افسوس ہیکہ جس شخص پر رسول اللہ اسطرح لعنت فرمائیں اور وہ اسلام میں الیسا رخنہ ڈالے کہ حضرت عثمان اوسکی بدولت قتل ہوں اوس مروان کی پیروی کیجائے امور شرعیہ میں اور اوسکی حدیث مقبول ہو الصحاح ستہ میں داخل کیجائے۔ اب آپ ہی غور فرمائیں اوسکے پیرو آیا سنت رسول کے عامل ہیں یا سنت مروان کے عامل جسقدر اختلافات آمین بالجہر یا قرأۃ ماموم وغیرہ کے متعلق آپ کتب احناف والحدیث میں ملاحظہ کرتے ہیں اونکی بنا اسی مروان کے فعل پر ہے۔ ورنہ بسم اللہ کا پڑہنا تو از بلند ابتدائے سورہ میں زیادہ قابل غور و فکر ہے جسکے نہ پڑہنے سے نماز ہی باطل ہوتی ہے۔ اور پڑہنا اوسکا بآواز بلند رسول اللہ سے بتواتر ثابت ہے جیسا کہ تفصیلی بحث اسکی رسالہ [illegible] میں ہو گی

خلافت عبدالملک

اس خلافت کی صحت باضابطہ بعد قتل ابن الزبیر مانی جاتی ہے مگر اس بیضابطگی ہی کے زمانہ میں اذان کے متعلق قابل ذکر واقعہ یہ ہے۔ کہ عمرو بن سعد اشدق کو جو اسی خاندان کا ایک اعلی ممبر تہا اور اہل شام اوسکو خلیفہ بنانا چاہتے تھے بلکہ مروان ولیعہد بھی مقرر کرچکا تہا۔ عبدالملک نے بمکر و فریب اپنے قصر و امارۃ میں طلب کیا۔ قید کرچکا تھا ایک زخمی کرنیوالا آلہ بھی لگا چکا ہے کہ موذن کی اذان سنکر مسجد گیا اور اپنے بھائی سے کہا۔ اس معونی

مقید رہنا دیا۔ عبدالملک جب واپس آیا تو اپنے ہاتھوں اوسے ذبح کیا مورخوں نے اس واقعہ کو اول غدر فی الاسلام کا خطاب دیا ہے مگر تصحیح تاریخ میں اس روایت کی غلطی ثابت کی گئی ہے۔

عبدالملک کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے غضیف بن حرث ثمالی سے کہا کہ اے ابو اسماء ہم نے لوگوں سے اجماع کرایا ہے دو امر و پر ایک یہ کہ بروز جمعہ لوگ اپنے ہاتھ بلند کریں دعا کے لیے اور بعد نماز صبح و عصر وعظ ہوا کرے غضیف نے جواب دیا جہاں تملوگو نکی اور بدعتیں ہیں اوس قبیل سے یہ بھی ہے۔ میں اسکو نہیں قبول کر سکتا۔ عبدالملک کیوں ؟ کہا اسوجہ سے کہ حضرت نے فرمایا ہے جہاں کوئی بدعت قائم ہوتی ہے وہاں ویسی ہی ایک سنت محو ہوتی ہے۔ تو سنت کے ساتھ تمسک بہتر ہے احداث بدعت سے۔

اس روایت کو امام ابوشامہ نے اس فصل میں لکھا ہے جسکی نسبت لکھتے ہیں "منجملہ ان بدعتوں کے جو عام طور سے مشہور ہیں کہ وہ سنت ہیں۔ وہ امور ہیں جو عوام اور جو مانند اونکے اہل علم سے ہیں اونکے مرتکب ہوتے ہیں منبر و پر جو ایسی جگہ ہے جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونا چاہیے کہنا سوا اہل قیامت سے خوف دلائیں اور دنیا سے نفرت دلائیں اور آخرت کیطرف رغبت دلوائیں۔ یہہ مقامات زیادہ تر اس قابل ہیں کہ بدعتوں سے احتراز کیا جاے اور سنت کا اظہار کیا جاوے مگر افسوس انہیں مقاموں پر زیادہ ان بدعتوں کا رواج ہوتا ہے۔ منجملہ اون بدعتوں کے خطیب کا یہہ عمل ہے کہ جب منبر پر چڑھنے لگتے ہیں تو منبر کو تلوار یا عصا سے ۳ دفعہ ٹھوکر دیتے ہیں بھوڑا ٹھوڑا فاذکر
(۲) اور قبل اسکے کہ وہ نمازیونکی طرف مخاطب ہوں اور قبل از خطبہ سلام کہیں دیر تک دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں۔
(۳) وقت دعا ہاتھونکو بلند کرتے ہیں۔ جو بدعت قدیم ہے۔

اس بدعت کے بدعت قدیم ہونے پر وہ روایت لکھی جسمیں عبدالملک کے اجماع کرانے کا مضمون ہے۔

(۴) جب امر و نہی کو بیان کرتے ہیں تو دہنے بائیں مڑتے ہیں۔
(۵) جب رسول اللہ پر صلوٰۃ وسلام شروع کرتے ہیں تو ایک زینہ اور چڑھ جاتے ہیں اور بعد

... ہیں کیونکہ خطیب کو ابتدا سے انتہا تک

حضار کیطرف متوجہ رہنا چاہئے -

(۶) یہ بھی نہ چاہیئے کہ حضرت پر صلوۃ و سلام کہتے وقت داہنی بائیں مڑیں -

(۷) یہ بھی بدعت ہے جو حضرت پر صلوۃ کہتے وقت بتکلف اپنی آواز کو بلند کرتے ہیں جو بالکل خلاف حکم شرع ہے کیونکہ جاہلون نے یہہ سمجھا ہے کہ حضرت پر درود بہیجنے میں آواز کا بلند کرنا بہتر ہے حالانکہ یہہ جہالت ہی کیونکہ درود بھیجنا بھی دعا ہے اور اکثر دعاؤں میں آواز آہستہ کرنا مستحب ہے عموماً -

اور جہان جہر کا حکم دیا ہے مثل قنوت وغیرہ کے وہاں اسکا حکم نہیں ہی کہ آواز بلند کیجاے - تو درود میں آواز بلند کرنیکا حکم کہانسے آیا - ہرگز شریعت میں اسکا حکم نہیں ہی - کتاب الباعث ص۵ یہ بحث تفصیلاً سابق میں لکھی جاچکی ہے بذیل بدعت اذان ثانی روز جمعہ لہذا اسکا اعادہ فضول ہے -

مگر اب معلوم ہوا کہ اصل موجد اسکے عبدالملک ہیں بعد حضرت عثمان جسپر بعد کے ملاؤن نے اور بہت سی بدعتون کا اضافہ کیا تو اب یہ دعوی بہت درست ہی کہ عام طور پر فقہا اہلسنت کا مدار اکثر اون احکام پر ہے جنہیں خلفائے مروانی نے اپنے دوران حکومت میں جاری کئے ذاکرین مصائب کی نسبت نہیں کہہ سکتے اوںھون نے کہانسے یہ رسم لیا ہے جو باواز بلند درود بھیجنے کی مکرر فرمایشیں کرتے ہیں - خدا ہم سبکو ہر بدعت سے نجات دے صلوۃ ہمکا قبول کرنے والا سمیع و علیم ہے عالم السر والخفیات خواہ بلند آواز سے کہو خواہ آہستہ -

امام ابوشامہ انھیں بدعتون میں یہہ بھی لکھتے ہیں ،، کہ موذنون کا ترا سل اذان میں بروز جمعہ اور متفرق ہر موذن کا اذان کہنا بدعت مکروہ ہے امام الحرمین کہتے ہیں کہ موذنون کو ترا سل نہیں مستحب ہے بلکہ اگر وقت وسیع ہو تو ترتیب وار کہیں اور اگر وقت تنگ ہو تو اطراف مسجد میں منتشر ہو کر اذان دیں کہ ہر شخص کی اذان پوری ہو اور ہر شخص سنے اور اقامت ایک ہی شخص کہے اگرچہ تعداد موذنون کی زیادہ ہو - ابوشامہ کہتے ہیں کہ یہہ حکم اذان اول سے متعلق ہے ... اذان سے جو روبروے خطیب کہی جاتی ہے بعد اسکے کہ وہ منبر پر جاتا ہے کیونکہ

اسکا موذن ایک ہی شخص ہونا چاہیے۔ کیونکہ غرض اسکی اقامت شعار اسلام ہے۔ اور یہ
بتایا کہ اب خطیب منبر پر گیا ہر شخص کو سکوت مناسب ہے۔ اسمیں ایک ہی موذن کو اذان دینا چاہیے ص
اسکے بعد یہہ بھی بتایا کہ خطیب کا سیاہ لباس پہننا جسمیں ریشم کا اثر نمایاں ہو اور تلوار کے قبضہ
پر سونا لگانے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔ ہان صرف سیاہ کپڑا ہونے سے کوئی حرج نہیں لیکن وہ
بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند عالم کو سفید کپڑا زیادہ پسند ہے۔ ص ۱۵

تاریخی حیثیت سے اس رسالہ کو عبد الملک کے اوس ایجاد سے تعلق ہے جسپر عبد الملک نے اجماع کا
دعوی کیا۔ اور یہہ مطالب ضمناً مذکور ہوئے ورنہ تفصیل اسکی سابق مین لکھی جا چکی ہے ۔

اب یہان ہر شخص کو اوس سیدہے سادہے طریقہ اذان و خطبہ پر خیال کرنا چاہیے جو شیعون کے یہان
رائج ہے کہ بحمدہ ان کل بدعتوں سے پاک و صاف ہے اور وہی طریقہ انکے یہان رائج ہے جو رسول
نے جاری کیا اور بڑے بڑے علماے اہلسنتہ اوس حد پر اپنے اہل مذہب کو لانا چاہتے ہیں مگر بوجہ بے
اصول ہونے کے کسیطرح کامیاب نہیں ہوتے ۔

تنبیہ

واضح ہو کہ اوقات استجابت دعا مین وہ وقت نہایت عظمت کا ہے جب خطیب خطبہ اول کے
بعد تھوڑی دیر بیٹھتا ہے اور پھر دوسرے خطبہ کے لیے کھڑا ہوتا ہے اوسوقت دعا کرنا مستحب ہے
اور علماے اہلسنتہ بھی اسکے قائل ہیں۔ عبد الملک والے اجماع سے اسکو تعلق نہیں۔ بلکہ
بتصریح ملا علی قاری بشر بن مروان نے حالت قیام میں ہاتھہ اوٹھا کر دعا کی تھی یا اوسوقت جب
خطیب منبر پر بیٹھتا ہے ۔

تعجب ہے کہ ان حضرات نے اپنے یہان کی اکثر بدعتونکو لکھا اور اوسکے دفعیہ کے فکر مین کر رہے ہین مگر
اس بدعت پر کسیکو توجہ نہیں ہوتی جو عام طور پر حکام جور کا ذکر کیا جاتا ہے منبر و نیز دوسرے
خطبہ میں اور اوسپر جو بدعتون کا اور اضافہ ہوتا ہے وہ سابقاً لکھا جا چکا

ابو الفرج اصفہانی آغانی مین ایک واقعہ متعلق اذان اسی خلافت مین لکھتا ہے، کہ عبد
الملک نے حرث بن خالد کو حاکم مکہ مقرر کیا۔ موذن نے اذان دی اور حرث مسجد الحرام

میں آگئے چاہا نماز شروع کریں کہ عائشہ بنت طلحہ نے بھیجا ابھی میرا طواف تمام نہیں ہوا ہے توقف کرو وکان یتعشقہا فامر المؤذن فکف عن الاقامۃ چونکہ حرث مذکور عائشہ کا عاشق تھا اسلئے حکم دیا موذن کو ابھی اقامت نہ کہے جب تک عائشہ طواف سے فارغ نہوں چنانچہ اوسوقت تک سب نمازی بیٹھے رہے نماز اقامت بند رہی جب یہہ خبر عبدالملک کو پہونچی تو اوسنے حرث کو معزول کیا۔

یہہ واقعہ صرف اس غرض سے لکھا گیا کہ کوئی واقعہ متعلق اذان رہ نہ جائے۔

اسی قبیل سے یہ حکایت بھی ہے کہ ابن ابی ملیکہ مکہ میں اذان دے رہے تھے کہ اخضر جدی کے داوس زمانہ کا مشہور گویا) گانے کی آواز آئی کہ عاص بن وائل کے مکان میں یہ شعر گا رہا ہے ؎

وعلقتہا غراء ذات ذوائب ولم یبد للاتراب من ثدیہا حجم
صغیرین نرعی البہم یا لیت اننا الی الیوم لم نکبر ولم تکبر البہم

ابن ابی ملیکہ حی علی الصلوۃ کہا چاہتا تھا کہ اس راگ نے یہ اثر کیا کہ کہا حی علی البہم جسے تمام اہل مکہ نے سنا۔ دوسرے روز اپنی اس مدہوشی کی معذرت کرنے لگا صفحہ اجلد اول

خلافت ولید بن عبدالملک

اس خلافت کا نفس اذان میں تو کوئی اضافہ نہیں معلوم ہوتا۔ مگر گلدستہ اذان کی ایجاد اسیکی طرف منسوب ہے۔ جسکے بعد پھر روایتوں کی بھی بھر مار شروع ہوئی دیکھو صفحہ ۳۲ اسی ولید کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں ولید شام میں۔ حجاج عراق میں عثمان بن جبادہ حجاز میں۔ قرہ بن شریک مصر میں قسم خدا کی زمین بھر گئی ہے ظلم و جور سے تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۲ افسوس اسی زمانہ کی نسبت عام طور پر اہل سنت کے یہان یہ مقولہ کہا جاتا ہے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو صحابہ کا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو تابعین کا ہے پھر وہ زمانہ جو تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں صحابہ اور تابعین دونوں موجود تھے

یعنی ضرب الارض برجلہ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۲

یعنی ولید کو قبر میں رکھا تو کفن ہی میں ہاتھ سر پارنے لگا اور تاریخ کامل میں ہے کہ جنازہ ہی میں دونوں گھٹنے اوسکی گردن سے ملگئے جسپر اوسکے بیٹے نے کہا والد صاحب زندہ ہوئے عمر بن عبد العزیز نے کہا۔ نہیں خدا نے اوسکے عذاب میں جلدی کی صفحہ ۳ جلد ۵

سلیمان بن عبد الملک کی خلافت میں بھی کوئی خاص واقعہ اس اذان کے متعلق نہ ملا جو یہاں لکھا جائے۔ مگر اسکا بڑا احسان یہ ہے کہ نماز کی پابندی وقت میں اسنے کوشش کی کیونکہ اسکے ماقبل خلفائے بنی امیہ نے تاخیر نماز کو رواج دیا تھا تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۳

اس خلیفہ نے اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے میں اوسی سنت کا احیا کیا جسکے موجد حضرت ابو بکر ہوئے کہ وصیت نامہ پر بیعت لی۔ کیونکہ حضرت عمر کی بیعت بھی اسیطرح ہوئی تھی۔ فرق اس قدر ہے کہ وہاں حضرت عمر کا نام قبل بیعت لینے کے ظاہر کیا گیا اور عمر بن عبد العزیز کا نام بند وصیت پر بیعت لینے کے بعد ظاہر کیا گیا صفحہ ۱۵۴ تاریخ الخلفا

معلوم ہوتا ہے کہ اس نام ہی کے خواص سے ہے کہ اسکی خلافت اسیطرح قائم ہوئی عمر بن عبد العزیز کی خلافت بھی اذان کے متعلق واقعات سے علحدہ ہے ہاں مسجدوں کے محراب کی ایجاد البتہ انکی طرف منسوب ہے یہ خلیفہ زہر دیکر مارا گیا تاریخ الخلفا صفحہ ۱۶۷

یزید بن عبد الملک ۱۰۱ھ میں خلیفہ ہوا پہلے قصد کیا کہ عمر بن عبد العزیز کی روش پر چلیں۔ مگر چالیس شیوخ اہل سنت نے آکر گواہی دی کہ خلفا پر حساب کتاب نہیں ہے۔ لہذا اسنے وہ روش چھوڑ دی اور اپنے آبائی طریقہ ظلم و جور کو اختیار کیا۔ اذان کے متعلق کوئی واقعہ اسکا بھی نہیں ملا جو قابل ذکر ہو۔

ہشام بن عبد الملک کی خلافت سے مروان کے اوس خواب کی تعبیر پوری ہوئی جو دیکھا تھا کہ محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے جسکی سعید بن مسیب نے یہ تعبیر دی تھی کہ تیرے نطفہ سے چار شخص خلیفہ ہونگے تاریخ الخلفا صفحہ ۱۶۸

اس خلیفہ کا تصرف اذان عثمانی میں سابقاً مرقوم ہوا ہے کہ ہشام نے بازار والی اذان کو موقوف کرکے مینار مسجد پر قائم کیا۔ اور اصلی اذان میں یہ اضافہ کیا کہ پہلے تین آدمی ملکر اذان دیتے اب

بہت سے تو دونوں کو اس میں شمار کیا دیکھو صفحہ

امام ابوشامہ لکھتے ہیں کہ تراسل موذنین اذان جمعہ میں - اور متفرق طور پر سبکا اذان دینا بدعت مکروہ ہے - پھر احیاء العلوم سے ناقل ہیں کہ موذنون کا تراسل اذان میں کہ کلمات اذان کو خوب مد دیکر ادا کریں - اور حی علی الصّلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت جو قبلہ سے منحرف ہو جاتے ہیں - اور ہر شخص کا علحدہ علحدہ اذان کہنا بلافاصلہ جس سے حاضرین جواب اذان نہ دے سکیں منکرات مکروہ سے ہے صفحہ ۵ کتاب الباعث -

خلافت ولید بن یزید بن عبدالملک

اس خلیفہ کو تو سب جانتے ہیں کہ نہایت درجہ کا شرابی تھا کہ قصد کیا خانہ کعبہ کی چھت پر چلکر شراب پئیں - اپنی ماں بہنوں بلکہ اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کرتا - اور اپنے بھائی سلیمان بن یزید کے ساتھ لواطہ کرنا چاہا جسکے مفصل حالات فسق و فجور سے تمام کتب تواریخ مملو ہیں - دیکھو تاریخ الخلفا مگر تاریخ الاذان کے متعلق اوسکا یہ واقعہ نہایت ہی قابل غور ہے کہ ایک روز صبح کی اذان جب سُنی تو اوسنے اپنی لونڈی ہی جو شراب پلا رہی تھی جماعت کی قسم کہا بیٹھا کہ آج امامت جماعت بھی لونڈی کریگی جو نشہ میں بھی چور تھی اور جنابت کی نجاست میں جو شب بھر بھری تھی - اوسپر اس تازہ نجاست سے اور بھی تازگی ہوئی - چنانچہ بمجبوری اوس لونڈی نے اوسی حالت میں مردانہ لباس پہنا اور بجائے خلیفہ امام جماعت بنی اور سبکو نماز پڑھوائی - دیکھو تفصیل اسکی تصحیح تاریخ میں صفحہ ۵۷ اور تاریخ خمیس وغیرہ -

اسی قسم کا واقعہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان کے مادری بھائی - ولید بن عقبہ نے نشہ کی حالت میں نماز صبح پڑھائی اور اپنے مقتدی صحابہ و تابعین سے کہا اگر کہو دو چار رکعت اور بڑھا دیں جو ایک نہایت طولانی قصہ ہے -

یہ خلیفہ کل ۱۴ ماہ ۱۴ مہینہ خلیفہ رہا جسکے بعد نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا - اور یزید ناقص تخت نشین ہوا اور چھ مہینے خلیفہ رہا لہذا اسکا بھی کوئی واقعہ متعلق اذان نہ ملا -

لشکر کی آراستہ کھڑی کرائی تاریخ الخلفا صد ۱۷۲

اسکے بعد برائے نام دو خلیفہ ہوئے ابراھیم بن ولید - اور مروان حمار جس پر خلافت مروانی کا خاتمہ ہوا اور دور خلافت عباسیہ قائم ہوا -

چودھوان تغیر

اسکے لئے اگرچہ کوئی زمانہ نہیں بتایا گیا ہے نہ خلفاء مذکورین کی ایجاد سے متعلق ہے بلکہ حضرت انس بن مالک صحابی اسکے موجد ہیں لہذا خاتمہ خلافت کے بعد لکھا گیا مولوی وکیل احمد صاحب حنفی سکندرپوری مفتی حیدرآباد دکن تحریر فرماتے ہیں اپنی کتاب اصباح الحق الصریح میں صفحہ ۴۷

تیسری بدعت اذان و اقامت جماعت ثانیہ کے لئے یعنی جب مسجد میں نماز جماعت اذان و اقامت سے ہوگئی ہو پھر دوسری جماعت نے یہ چاہا کہ نماز جماعت سے پڑھی جائے تو اذان و اقامت درست ہے بخاری میں ہے وجاء انس الی مسجد قد صلی فیہ فاذن واقام وصلی جماعۃ

پندرہوان تغیر

قبروں پر اذان دینا - یہ تغیر بھی اونہیں کی کتاب سے معلوم ہوا مگر افسوس اسکی ابتدائی تاریخ بھی نہ معلوم ہوسکی نہ زیادہ اسکے تفصیلی حالات لہذا نقل عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو

اصباح الحق الصریح صفحہ ۱۸

قبور پر اذان بدعت حقیقیہ نہیں رسالہ مناظرہ جامع مسجد دہلی میں ہے کلام در اذان بعد از دفن میت جاری شد مولوی عبدالحی صاحب فرمودند کہ نہ ومن بدعت سیئہ است مولوی رشید الدین خانصاحب گفتند کہ اذان بعد از دفن در معنی تلقین میت است و تلقین میت بعد از دفن در حدیث موجود است و چون جناب مجریان احکام خمسہ در بدعت قائل شدند پس بدون اثبات جہت قبح در اذان بعد الدفن آنرا چگونہ بدعت سیئہ میتوانید

[illegible]

رشید الدین خان صاحب بجواب آن گفتند کہ اگر من جواز تلقین بعد الدفن در کتب حدیث
نمودہ وہم بازشمارا حکم منع آن کدام خواہد بود مولوی عبد الحی صاحب فرمودند کہ آنحضرت
صلعم وخلفاء راشدین غایت شفقت برامت داشتند چون از ایشان مروی نیست
وہم در شریعت تلقین بعد الدفن موجود نیست پس امرے را کہ آنحضرت صلعم وخلفاء باوجود
کمال شفقت برامت بعمل نیاوردہ باشند اختراع آن بدعت سیئہ باشد مولوی مخصوص اللہ
صاحب بجواب فرمودند کہ ازین تقریر لازم می آید کہ امام شافعی کہ قائل آن است خلاف
شرع گفتہ باشد مولوی عبد الحی صاحب بجوابش فرمودند کہ در مذہب حنفی نیست مولوی
رشید الدین خان صاحب بجواب گفتند کہ چون تلقین بعد الدفن را بے اصل گفتہ بودی وچون
مذہب شافعی خلاف شرع نیست لہذا مولوی مخصوص اللہ صاحب بجواب آن در مذہب نقص برشما
وارد کردہ اند وبندہ عرض میکند کہ چون اصل اذان بعد الدفن تلقین میت بعد از دفن
است وہرگاہ تلقین بعد از دفن درحدیث شریف موجود باشد پس اذان بعد الدفن را کہ
اصل آن در شرع موجود ست بدعت سیئہ گفتن روا نباشد مولوی عبد الحی صاحب فرمودند
نزد من بدعت سیئہ است لیکن کسے منع از ان نمیکنم انتہے مختصراً

ان تغیرات واحکام سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علماء اہل سنہ کے اختیارات خلفاء ماسبق
سے کچھ کم نہ تھے جس شخص نے جو چاہا اپنے دل سے شریعت محمدیہ میں اضافہ کیا۔ خداوند عالم
تو فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم مگر یہ حضرات کسیطرح تکمیل دین کے قائل نہیں
اپنے ایجادات واختراعات سے برابر اضافہ پر اضافہ کرتے جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اذان بھی
ایک مسئلہ ہے مسائل عبادات سے اسمیں اپنی عقل ورائے کو داخل دینا کیسا یہ کچھ خلافت
کا کام نہیں فتوحات نہیں کہ جسطرح چاہا سیدھے اُلٹے ہاتھون سے لڑے یا رعایا کو برباد و
تباہ کیا یہ عبادت خدا کے مسائل سے ہے اسمیں اوسکی تعمیل حکم چاہیے یا اوسکے رسول کے
حکم کی تعمیل نہ اپنے نفس امارہ کی پیروی۔

متفرق واقعات متعلق اذان

اس سلسلۂ خلافت کے واقعات متعلق اذان لکھنے کے بعد ہم چند واقعات اور لکھتے ہیں جس سے یہ رسالہ تکمیل ہو جائے اور کسی دوسری کتاب کی حاجت نہ رہے اگرچہ کل واقعات کا جمع کرنا قریب محال ہے تاہم اسکی کوشش کی گئی ہے کہ بقدر امکان کوئی واقعہ فروگذاشت نہو۔

قصۂ زریبؑ وصی عیسےٰؑ

اس قصہ کو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا کے مقصد دوم میں لکھا ہے جہاں مکاشفات حضرت عمرؓ کو فصل چہارم میں بیان کیا۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو طرف حلوان کے روانہ کریں جہاں جا کر لوٹ مار کریں۔ سعد نے تین سو سوار نضلہ کے ساتھ کیا اور حکم دیا کہ حلوان پر چھاپہ ماریں۔ وہاں نضلہ نے بہت کچھ مال غنیمت پایا اور مظفر و منصور لشکرگاہ کیطرف روانہ ہوئے اس اثنا میں نماز عصر کا وقت آگیا جو بہت تنگ تھا بمجبوری ایک پہاڑی کے دامن میں اوترے اور مال غنیمت کی حفاظت کا حکم دیا۔ تاکہ نماز پڑھ کر پھر روانہ ہوں۔ نضلہ نے اذان شروع کی اللہ اکبر کہنا تھا کہ بالائے پہاڑ سے کسی نے آواز دی تو نے تکبیر کہی اے نضلہ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی یہ کلمۂ اخلاص ہے اے نضلہ! جب اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی یہی وہ شخص ہے جسکی بشارت دی ہمکو عیسیٰ بن مریمؑ نے اور کہا اسی نبی کی امت پر خاتمہ ہوگا اور قیامت قایم ہوگی۔ جب حی علی الصلوٰۃ کہا تو جواب دیا طوبیٰ ہے جو نماز میں سعی کرے اور اسکی مداومت کرے جب حی علی الفلاح کہا تو آواز آئی بیشک رستگار ہوا جسنے اجابت کی جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تو آواز آئی تو نے خالص طور پر کلمۂ اخلاص کو ادا کیا اے نضلہ۔ خدا نے تیرے جسم کو آتش جہنم پر اسوجہ سے حرام کیا۔

خدا تجھپر رحمت کرے۔ فرشتہ ہی یا جن یا دوسرا طائفہ عابدان خدا سے جہان تونے اپنی آواز
سنائی وہان اپنی صورت بھی دکھا کہ یہ سارا لشکر لشکر ہے رسول اللہ کا اور لشکر عمر بن خطاب کا
کہار اوای نے کہ جب نضلہ نے یہ کلام کیا۔ تو پہاڑ شگافتہ ہوا اور ایک شخص کا سر اوس سے
نمایان ہوا جو مثل سنگ آسیہ تھا۔ داڑہی اور سر کے بال سب سفید تھے۔ اور کہا السلام
علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مسلمانون نے جواب سلام دیا اور پوچھا تم کون ہو
اوسنے جواب دیا میرا نام زریت بن برنملا ہے۔ وصی عبد صالح حضرت عیسٰی بن مریم جنہون نے
یہان مجھے سکونت کا حکم دیا اور دعا کی کہ مین اسوقت تک زندہ رہون جب تک حضرت عیسٰی
کا نزول ہو آسمان سے۔ تملوگ میری طرف سے عمر کو سلام کہنا اور کہنا کہ عدل و انصاف
کرو اور جلدی کرو کہ اب وقت نزدیک آگیا۔ اسکے بعد چند خصلتین قرب قیامت کی بیان کین
اور آنکھون سے غائب ہوگیا۔

اس خبر سے نضلہ نے سعد کو مطلع کیا اور سعد نے مدینہ مین حضرت عمر کو لکھا جہان سے حکم آیا کہ مع
کل مہاجرین و انصار اوس پہاڑ کے پاس جاؤ اور اگر زریت سے ملاقات ہو تو میرا سلام
پہونچانا چنانچہ سعد چار ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ وہان آئے اور چالیس روز تک
وہان ٹھہرے رہے اور اذان دیتے تھے مگر جواب سنا نہ کسیکا خطاب معلوم ہوا صفحہ ۱۶۸ ازالۃ الخفا
جس خلوص نیت سے شاہ صاحب نے اس روایت کو لکھا ہی اوسکے بیان کی ضرورت نہیں۔ مگر
راوی اول اسکا زیادہ مستحق اجر و جزا ہے کہ اوسنے اپنے طائفہ پر ایک ایسا احسان کیا کہ کسیطرح
کوئی اوسکا حق ادا نہین کرسکتا۔ مگر افسوس یہ ہی کہ علمائے اہلحدیث عام طور پر اسکو موضوع
اور کذب و افترا بتاتے ہین جس سے ساری محنت واضع اول اور شاہ ولی اللہ صاحب کی
خاک مین ملجاتی ہی۔ کیونکہ امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں عبدالرحمن بن ابراہیم
راسی مالک سے ایک خبر طولانی باطل نقل کرتا ہے اور وہی اوس روایت کے وضع کرنے کے
ساتھ متہم ہے۔ اسکے بعد اسی روایت نضلہ کو مختصر طور پر لکھکر فرماتے ہیں وھذا اشی لیس
بصحیح یعنی کسی طرح یہ روایت صحیح نہیں ہے صفحہ ۸۸ میزان الاعتدال جلد دوم۔

عبدالعزیز بن ابی رواد سے عن نافع عن ابن عمر سمعت رسول اللہ یقول ان بعض اوصیاء عیسٰے بن مریم حی بالعراق وان انت رایتہ فاقرءہ منی السلام - ھذا من عیوب کامل بن عدی یاتی فی ترجمۃ الرجل بخبر باطل لایکون حدث بہ قط وانما وضع من بعدہ فھذا خبر باطل واسنادہ مظلم وابن المغیرۃ لیس بثقۃ صفحہ ۱۲۳ -

اس عبارت مین اگرچہ ابن عدی پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ ایسی روایتیں لوگونکے ترجمہ مین لکھدیتا ہے جسکی روایت اونسے نہین لیگئی - جسکا یہ مطلب ہے کہ عبدالعزیز نے یہ روایت ہی نہین کی تاہم اسکو بوضاحت تمام بیان کیا کہ یہ روایت موضوع اور باطل ہے اور اسناد اوسکی تاریک ہے عبدالعزیز کے بعد یہ روایت بنائی گئی - اور اسنے روایت کی نسبت ابن حبان سے ناقل ہین

قال ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر نسخۃ موضوعۃ -

غرض امام ذہبی عبدالعزیز کو اس روایت کے وضع سے بچاتے ہین اور ابن المغیرہ کو یا اسکے قبل عبدالرحمن کو واضع اسکا قرار دیتے ہین -

پھر عثمان بن عبدالرحمن طرائفی موذن کے حال مین اسی روایت کو لکھکر فرماتے ہین فھذا لم یصح وسندہ مظلم یعنی یہ روایت کسیطرح صحیح نہین اور سند اوسکی تاریک ہے صفحہ ۱۶۷ بہت افسوس ہے کہ اس روایت کو خود علمائے اہل سنت نے موضوع اور باطل بنا دیا جس سے شاہ ولی اللہ صاحب کو سخت صدمہ ہوگا - ورنہ شیعون کے حق مین بھی یہ روایت بہت مفید تھی کیونکہ اس روایت سے وہ وجود ذیجود حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر کچھ استدلال کر سکتے تھے کیونکہ جب وصی حضرت عیسٰی کا باقی رہنا ممکن ہوا تو وصی رسول اللہ کے بقا پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے مگر افسوس روایت ہی موضوع ٹھہری -

ام ورقہ

یہ واقعہ بھی اصل مین خلافت خلیفۂ دوم سے متعلق ہے سنن ابو داؤد مین ہے کہ ام ورقہ بنت نوفل نے حضرت سے عرض کیا جسوقت غزوہ بدر مین آپ تشریف لیگئے کہ مجھے بھی اجازت

[illegible]

شہادت سے فائز کرے۔ حضرت نے جواب دیا تو اپنے گھر مین بیٹھی رہ خدا تجھے شہادت روزی
کریگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے وہ عورت بلفظ شہیدہ یاد کی جاتی ہے۔
یہ قرآن پڑہی تھی۔ اسنے حضرت سے اجازت لی کہ اپنے گھر موذن مقرر کرے۔ حضرت نے اجازت
دی۔ اور اسکے یہان اذان ہونے لگی۔ اسکی ایک لونڈی تھی اور ایک غلام کہ دونون
نے ملکر ایک لحاف کے نیچے دباکر اس عورت کو قتل کیا اور بھاگ گئے۔ جب عمر نے سنا تو حکم
گرفتاری جاری کیا چنانچہ وہ دونون پکڑ کر آئے اور اونکو سولی دیگئی یہ پہلی سولی تھی جو
مدینہ مین واقع ہوئی اور دوسری حدیث مین اسلام کی یہ پہلی سولی ہے۔
دوسری روایت اسکی یون ہے کہ خود حضرت اسکی ملاقات کو اسکے گھر تشریف لایا کرتے تھے
اور اس عورت کو اجازت دی تھی کہ اپنے گھر والیونکی امامت کرے اور ایک موذن اسکے لئے
مقرر کیا جسکے بارہ مین عبدالرحمن راوی ہے کہ مینے اوس موذن کو بڑھاپے مین دیکھا تھا۔
اس حدیث سے اسپر سند لاتے ہین کہ عورتونکو بھی بجماعت نماز پڑھنی چاہیے مگر علامہ منذری
نے اسمین یہ قدح کی ہے کہ اسکی سند مین ولید بن جمیع ہے جسکے بارہ مین لوگونکو کلام ہے اور
مستدرک امام حاکم مین ہے کہ اس باب مین سوا اسکے اور کوئی حدیث مستند نہین ہے
اس بارے مین حضرت عائشہ کا بھی نام لیا گیا ہے کہ وہ بھی اذان و اقامت کہکر امامت عورتونکی
کرتی تھین اور اونکے بیچ مین کھڑی ہوتی تھین۔ حالانکہ ابن عدی نے کامل مین اور ابوالشیخ
نے کتاب الاذان مین روایت کی ہے اسما بنت ابوبکر سے کہ حضرت نے فرمایا عورتون
پر نہ اذان ہے نہ اقامت۔ نہ جمعہ۔ نہ غسل جمعہ۔ نہ اونکے آگے کھڑی ہو۔ بلکہ اونکے بیچ مین کھڑی ہو
یہ مسئلہ امامت نسوان بھی مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی تو قائل ہین عورتون کا نماز پڑھنا بجماعت
مستحب ہے۔ اوزاعی۔ ثوری۔ احمد اسیکے قائل ہین۔ امام نخعی و شعبی قائل ہین کہ یہ امامت
نوافل مین چاہئے نہ فرض نمازون مین۔ امام ابوحنیفہ قائل ہین کہ صرف عورتون کی جماعت
مکروہ ہے۔ امام محمد بن جریر طبری قائل ہین کہ عورتین مطلقاً امامت کرسکتی ہین خواہ مردون
کی جماعت ہو یا عورتون کی۔ ابوثور۔ مزنی بھی اسی کے قائل ہین۔ امام مالک حسن بصری

ان اختلافات کی تنقیح و ترجیح مین مولوی عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء بہت شرح و بسط سے لکھا ہے جسکے بعد کسی تحریر کی ضرورت نہین کیونکہ اُس رسالہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ ہر شخص نے کس کس طرح کی ایجادون سے ان احکام شرعیہ مین کام لیا ہے۔

حنفی مذہب کے رو سے جن جن دلیلون سے غیر مشروعیت جماعت نسوان پر استدلال کیا گیا ہے اوس مین اذان بھی ہے۔ کہا صاحب ہدایہ نے کہ اگر انکی جماعت مشروع ہوتی تو اذان بھی اونکے لئے مشروع ہوتی کیونکہ وہ ندا ہے اسی جماعت کے لئے۔

اسکے جواب مین مولوی عبدالحی صاحب لکھتے ہین (۱) خود حضرت عائشہؓ کے بارے مین ہے کہ وہ اذان کہتی تھین اور اقامت فرماتین اوسکے بعد امام بنکر عورتونکو نماز پڑھاتین اور بیچ مین کھڑی ہوتین مستدرک۔

(۲) اگر مشروعیت اذان سے یہ مراد ہے کہ مردون کا اذان دینا عورتون کے لئے تو حدیث ام ورقہ مین مذکور ہوا کہ بحکم رسول اونکے لئے ایک موذن معین تھا جو اذان دیتا اور ام ورقہ امامت کرتین۔ اور اگر خود انکی اذان کی مشروعیت مطلوب ہے تو یہ لازم نہین کیونکہ اگر طفل ممیز بھی جماعت رجال کے لئے اذان دے تو کافی ہو جاتا ہے۔ تو انکے عدم مشروعیت اذان سے عدم مشروعیت جماعت لازم نہین آتا۔

(۳) بہت سی نمازین مشروع ہین اور اون مین اذان نہین ہے مثل نماز عیدین و صلوٰۃ کسوف و استسقاء وغیرہ کے حالانکہ اون مین جماعت مشروع ہے۔

(۴) عدم مشروعیت اذان اونکے لئے بخوف فتنہ ہے کیونکہ اسکی تصریح کی گئی ہے کہ نغمۂ عورت یا آواز کا بلند کرنا بھی حکم عورت مین داخل ہے تو اوسکی غیر مشروعیت سے عدم مشروعیت جماعت نہین لازم آتا۔

(۵) اذان کی مشروعیت صلوٰۃ یومیہ مین ہے تو اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اذان اونکے لئے مشروع نہین ہے تو اس یومیہ نماز سے جماعت کی نفی نکلے گی نہ کل نمازون کی۔

(۶) عدم مشروعیت اذان نسوان بھی اتفاقی نہین۔ امام شافعی کا ۳ قول ہے

(۱) حضور کون پر نہ اذان ہے نہ اقامت

(۲) دونون مستحب ہین ۔

(۳) اقامت مستحب ہے نہ اذان ۔ دیکھو تحفۃ النبلا صفحہ ۹۹ ۔

اس بحث مین اگر پورے غور و فکر سے کام لیا جاے تو معلوم ہو ان سب اختلافون کا منشا وہی فعل حضرت عائشہ ہے جنہون نے شاید جنگ جمل کے زمانہ مین اسکا قصد کیا ہو کہ اگر لوازم خلافت سے امامت صلوۃ بھی ہے ۔ تو اوس مین ہم کب بند ہین جو کوئی نقص لازم آوے ۔ اسی کے لئے وہ حدیث اُم ورقہ بھی نکالی گئی جسکی تضعیف بھی مذکور ہوئی ۔ اور چونکہ مدار مذہب اہل سنۃ افعال صحابہ پر ہے ۔ اسلئے اسقدر اختلافات پیدا ہوے ورنہ ان اختلافات کی کوئی ضرورت نہ تھی حکم خدا و رسول واضح ہے ۔

ہمارے اس افسوس کی کوئی حد نہین معلوم ہوتی کہ صرف اسی "مسئلہ اذان" کے متعلق آجتک کتنے اختلافات اور کتنی بدعتین پیدا ہوئین ۔ صرف خلفا ہی نے اپنی ایجاد پر اکتفا نہ کی بلکہ ہر ہر صحابی اور تابعی، نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق اضافہ کیا ۔

یہان تک کہ فی الحال فتح پور کے جدت پسند مسلمانون نے ایک اور اضافہ کیا کہ خلفائے ثلثہ کا نام بھی داخل اذان کر دیا جسکی نسبت مقدمہ بازیان بھی ہو رہی ہین اور شاید فیصلہ اونکے خلاف ہو ۔

اصل یہ ہے کہ چونکہ شریعت محمدیہ کو یہ لوگ اپنی راے کے تابع سمجھتے ہین لہذا جو کچھ نہ کر گذرین وہ کم ہے ورنہ اگر واقعی یہ لوگ حضرت رسول اللہ کی نبوت پر ایمان لائے ہوئے اور ختم رسالت کے قائل ہوتے تو یہ خرابی کیون ہوتی ۔ دیکھئے ایک طرف "قادیان" مین نبوت کا ڈنکہ بجتا ہے دوسری طرف ایبٹ آباد مین فضل حق صاحب خلیفۃ المسیح مدعی خلافت مسیح ہوئے جنکی تائید مین حضرت حضر مقرر ہوے ہین دیکھو پیسہ اخبار مورخہ ۲ فروری ۔

اسکی بحث چونکہ شرح و بسط سے تاریخ انبیاء کو اذب مین لکھی جائیگی لہذا یہان اسی اشارہ پر اکتفا کیا گیا کہ یہ سب خرابیان محض اس وجہ سے پیدا ہوئین کہ ان مسلمانون کا عقیدہ

لیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر واقعی آپ کا یہ اعتقاد ہوتا تو شریعت محمدیہ میں یہ سب خرابیان کیون ہوتین اور آئے دن ادعائے نبوت کیون کیا جاتا۔

موضوعات اذان

اب ہم تاریخ الاذان کے اس پہلے حصہ کو اون موضوعات پر ختم کرتے ہین جنکی تصنیف و وضع سے انکے اسلاف نے دربار احمدی مین سرخروئی حاصل کی اور شریعت محمدی کو بمخالفت فرمان ایزدی الیوم اکملت لکم دینکم کامل کیا۔ ان موضوعات واکاذیب سے اسکا بھی پتہ چلے گا کہ اپنی خواہشون کی تکمیل کن کن صورتون سے کی ہے کیونکہ یہ اذان محض ایک اعلامی چیز ہے نہ مسائل عظیمہ سے جب یہ دین اسلام کا دار و مدار ہو پس جب اسکی یہ گت بنائی گئی تو اور احکام کی کیا حالت ہوئی ہوگی جنکو صرف آخرت ہی سے نہین تعلق ہے بلکہ دینی و دنیوی اغراض و فوائد اونسے وابستہ ہین۔

ایک حدیث یہ بنائی گئی کہ موذن جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے تو سننے والون کو چاہئے کہ دونون ہاتھ کی انگشت شہادت کو بوسہ دے اور آنکھون پر پھیرے اور یہ کہتا جائے اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد علیہ السلام نبیا دیلمی نے اسکی روایت کی ہے حضرت ابوبکر سے کہ حضرت نے فرمایا جو شخص ایسا کریگا اوسکا مین شفاعت خواہ ہونگا۔

کہا سخاوی نے یہ حدیث صحیح نہین ہے اور شیخ احمد رواد نے موجبات الرحمۃ مین اس روایت کو حضرت خضرؑ سے نقل کی ہے جسمین چند مجہول ہین اور پھر درمیان حضرت خضرؑ کے اور راوی کے سلسلہ منقطع ہے اور جو روایت اس قسم کی ہے وہ صحیح نہین ہے۔

اگر ملا علی قاری کہتے ہین کہ جب حضرت ابوبکر تک اس روایت کا سلسلہ پہونچا تو

... وسنة الخلفاء الراشدين
بھی تو حدیث ہے اور بعض لوگ کہتے ہین کہ ایسا نہ کرنا چاہیے صفحہ ۵۔

علامہ شوکانی فرماتے ہین کہ کہا ابن طاہر نے یہ حدیث صحیح نہین ہے۔

دوسری حدیث اسطرح پر ہے کہ جب اشہد ان محمداً رسول اللہ سنے تو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ پھر دونون انگوٹھون کو چومے اور دونو آنکھون پر پھیرے اس سے نہ اندھا ہوگا نہ آنکھین اوسکی جوش کرین گی۔ تذکرہ مین ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح نہین ہے۔ فوائد مجموعہ صہ ۹

تیسری حدیث یہ ہے کہ اذان واقامت مین اسقدر فاصلہ ہونا چاہئے کہ آدمی کھانا کھا سکے۔ کہا قزوینی نے کہ یہ حدیث بھی موضوع ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے کہ جب موذن اذان شروع کرتا ہے تو خدا اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھتا ہے عمر بن صبیح اسکا راوی ہے جو وضاع تھا۔

انکے علاوہ بہت سی حدیثین اذان کہنے والون کی فضیلت مین بنائی گئی ہین جو مختلف اور طولانی روایتین ہین بخوف طوالت اوسکا ذکر کرنا بیہتر ہے لالی مصنوعہ علامہ سیوطی اور فوائد مجموعہ علامہ شوکانی ملاحظہ ہو۔

ان موضوعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بلا ضرورت افترا صرف اپنی دلی خواہش کے لئے کیا گیا جس سے اونکو کوئی مفاد بھی نہین ہے۔ مگر جہان کوئی بات انکے دل مین آئی اور کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اوسکے لئے ایک حدیث گڑھ دی۔ تو پھر ضرورت کے وقت کیا کچھ نہ افترا کیا ہوگا جس سے رسول اللہ کی روح مقدس قبر مطہر مین خوش ہوتی ہوگی اور اپنی اس امت کے لئے کیا کچھ نہ دعا دیتی ہوگی۔

اب مین اس حصہ تاریخ الاذان کو ختم کرتا ہون اور دوسرے حصہ مین اون کل واقعات کو لکھون گا جو اس اذان کی بدولت پیدا ہوئے۔ اور

نکل گئی۔ کیونکہ خلافت مصر۔ اور خلافت بغداد کا انقراض اوسی اختلافات

سے ہوا جو اذان کے بارے میں پیدا ہوا۔

وهذا اخر الكلام في هذا المقام

والله الموفق للاتمام والحمد لله

والصلوٰة والسلام

على رسوله

واٰله الكرام

کاتب الحروف شیخ علی حسن اثنا عشری [illegible]